جمادی الاولیٰ / جمادی الاخریٰ 1445ھ دسمبر 2023ء

جلد: 02 شمارہ: 12

ویب ایڈیشن

گھراور پڑوس کی شیطان اور چور سے حفاظت

مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ حضرت علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے حُضُورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جو شخص ہر نماز کے بعد آیۃُ الکرسی پڑھے اسے جنّت میں داخل ہونے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی وہ مرتے ہی جنّت میں چلا جائے گا اور جو کوئی رات کو سوتے وقت اسے پڑھے گا تو وہ، اس کے پڑوسی اور آس پاس کے دوسرے گھر والے امن میں رہیں گے۔

(شعب الایمان، 2/458، حدیث:2395)
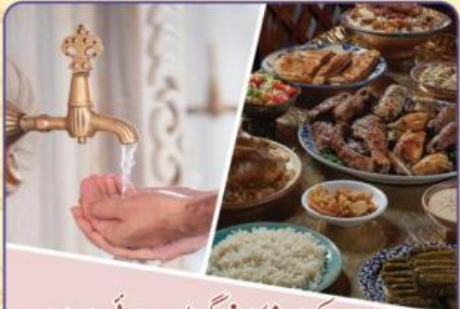
کھانے کا وضو گھر میں بھلائی بڑھاتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: جو یہ پسند کرے کہ اللہ پاک اُس کے گھر میں خیر (یعنی بھلائی) زیادہ کرے تو جب کھانا حاضر کیا جائے وُضُو کرے اور جب اُٹھایا جائے اُس وقت بھی وُضُو کرے۔

(فیضانِ سنت، ص185- سنن ابن ماجہ، 4/9، حدیث:3260)

ضدی اور دودھ نہ پینے والے بچوں کا علاج

اگر بچّہ یا بچی دودھ نہ پیتے ہوں تو یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ 100 بار لکھ کر دریا کے پانی میں دھو کر پلایئے، اِن شآءَ اللہ دودھ پینے لگیں گے اور ضد بھی نہیں کریں گے۔ (زندہ بیٹی کنویں میں پھینک دی، ص30)

خاوند کو نیک نمازی بنانے کے لئے

خاوند بری عادت کا شکار ہو اور گھر میں ہر وقت جھگڑا رہتا ہو تو بیوی ہر بار بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کے ساتھ گیارہ مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر پانی پر دم کرے پھر اپنے خاوند کو پلائے، اِن شآءَ اللہ شوہر نیکی کے راستے پر گامزن ہو جائے گا۔ (شوہر بلکہ کسی کو بھی اس عمل کا پتا نہ چلے ورنہ غلط فہمی کے سبب پریشانی ہو سکتی ہے) جب جب موقع ملے یہ عمل کر لیا جائے، دَم کیا ہوا پانی کولر میں موجود پانی میں بھی ڈالا جا سکتا ہے، بے شک خاوند کے علاوہ اور افرادِ خانہ بھی اُس میں سے پئیں، ضرور تاً دوسرا پانی کولر میں ڈالتے رہیں۔ (زندہ بیٹی کنویں میں پھینک دی، ص32)

CONTENT

مناجات و دُرود و سلام

مناجات

یاربِّ محمد مری تقدیر جگادے

یا ربِّ محمد مری تقدیر جگادے
صَحرائے مدینہ مجھے آنکھوں سے دکھادے

پیچھا مرا دنیا کی محبّت سے چُھڑادے
یا رب مجھے دیوانہ مدینے کا بنادے

روتا ہوا جس وقت میں دربار میں پہنچوں
اُس وقت مجھے جلوۂ محبوب دکھادے

دل عشقِ محمد میں تڑپتا رہے ہر دم
سینے کو مدینہ مرے اللہ بنادے

ایمان پہ دے موت مدینے کی گلی میں
مدفن مِرا محبوب کے قدموں میں بنادے

دیتا ہوں تجھے واسِطہ میں پیارے نبی کا
امت کو خدایا رہِ سنت پہ چلادے

عطّاؔر سے محبوب کی سنت کی لے خدمت
ڈنکا یہ ترے دین کا دنیا میں بجادے

از: امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ

وسائلِ بخشش (مُرمّم)، ص112

درود و سلام

ذاتِ والا پہ بار بار درود

ذاتِ والا پہ بار بار درود
بار بار اور بے شمار درود

رُوئے انور پہ نور بار سلام
زلفِ اطہر پہ مشکبار درود

بیٹھتے اٹھتے جاگتے سوتے
ہو الٰہی مرا شِعار درود

شہریارِ رُسُل کی نذر کروں
سب درودوں کی تاجدار درود

قبر میں خوب کام آتی ہے
بے کسوں کی ہے یارِ غار درود

انہیں کس کے درود کی پروا
بھیجے جب ان کا کردگار درود

اے حسنؔ خارِ غم کو دل سے نکال
غمزدوں کی ہے غمگسار درود

از: برادرِ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

ذوقِ نعت، ص86

63 نیک اعمال

زندگی بے حد مختصر ہے، اس کا ہر لمحہ قیمتی ہے، بلکہ ہمارا وقت اور ہماری سانسیں انمول ہیرے کی طرح ہیں۔ لہٰذا کامیابی خود آگے بڑھ کر وقت کی قدر کرنے والے انسان کے قدم چومتی ہے۔ ہمارے مذہب اسلام نے ہمیں ایک کامیاب انسان اور بالخصوص ایک سچا مسلمان بننے کے جو طریقے سکھائے و بتائے ہیں ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی ہم سے نامناسب سلوک کرے تو حالتِ غصہ میں کبھی آپے سے باہر ہوں نہ جامے سے باہر نکلیں، بلکہ ہوش سے کام لیں اور ہمیشہ خود پر قابو رکھیں۔ غصہ نفس کے اس جوش کا نام ہے جو دوسروں سے بدلہ لینے یا اسے دور کرنے پر اُبھارتا ہے۔[1] ہمارے بزرگانِ دین ہمیشہ غصے سے دور رہتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ کسی شخص نے امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے سخت کلامی کی، مگر آپ نے سر جھکا لیا اور فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ مجھے غصہ آجائے اور شیطان مجھے تکبر و حکومت کے غرور میں مبتلا کرے، میں تمہیں ظلم کا نشانہ بناؤں اور قیامت کے دن تم مجھ سے اِس کا بدلہ لو؟ مجھ سے یہ ہرگز نہیں ہوگا! یہ فرما کر آپ خاموش ہوگئے۔[2]

معلوم ہوا! ہمارے دین نے جہاں ہمیں یہ سکھایا ہے کہ ہمیشہ غصے پر قابو رکھیں وہیں یہ بھی سکھایا ہے کہ اگر کبھی کوئی ایسا موقع آجائے تو کیا کریں؟ غصے کی حالت میں چونکہ بنے بنائے کام بھی بگڑ جاتے ہیں اور یہ چیز کسی بھی صورت میں پسندیدہ نہیں، اس لئے اَمیرِ اَہلِ سنّت دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ نے ہمیں اس بُری عادت سے نجات دلانے کے لئے 63 نیک اعمال کے رسالے میں روزانہ کی بنیاد پر سوال نمبر 13 میں اس بات کا جائزہ لینے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ،

آپ اس سوال میں فرماتے ہیں: **کیا آج آپ نے (گھر میں یا باہر) کسی پر غصہ آجانے کی صورت میں چپ رہ کر غصے کا علاج فرمایا یا بول پڑیں؟**

اس سوال کا مقصد ہمارے اخلاق کو سنوارنا اور اس میں نکھار پیدا کرنا ہے۔ کیونکہ غصہ ایک بہت بُری چیز اور دلوں پر چڑھنے والی بھڑکتی ہوئی آگ کا ایک شعلہ ہے جو دل کے اندر چھپا ہوتا ہے جس طرح کہ راکھ کے نیچے چنگاری ہوتی ہے۔

غصہ ہر ہٹ دھرم نافرمان کے دل میں چھپے تکبر کو باہر نکالتا ہے۔ حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غصہ ہر بُرائی کی چابی ہے۔[3] ایک بزرگ فرماتے ہیں: غصے سے بچو! کیونکہ وہ تمہیں معذرت کی ذلت تک لے جاتا ہے۔[4] یہ بھی کہا گیا ہے کہ غصے سے بچو! کیونکہ یہ ایمان کو یوں خراب کر دیتا ہے جیسے ایلوا (Aloes) شہد کو خراب کر دیتا ہے۔[5]

ایک بزرگ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے بیٹے! غصے کے وقت عقل ٹھکانے نہیں رہتی جس طرح جلتے تنور میں زندہ آدمی کی روح قائم نہیں رہتی۔ لوگوں میں سب سے زیادہ عقل مند وہی ہے جسے سب سے کم غصہ آتا ہے۔[6]

ان سب باتوں سے معلوم ہوا کہ غصہ ایک فطری چیز ہے مگر ایک مسلمان کو اس پر قابو پانے کا حکم دیا گیا ہے اور جو بھی اپنے غصے پر قابو پالے یا دوسرے الفاظ میں اپنے غصے کو پی جائے تو اس پر اسے اجر و ثواب کی خوش خبری اللہ پاک کے پیارے و آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کچھ یوں ارشاد فرمائی ہے کہ جو کوئی غصہ پی جائے گا حالانکہ وہ نافذ کرنے پر قدرت

رکھتا تھا تو اللہ پاک قیامت کے دن اس کے دل کو اپنی رضا سے بھر دے گا۔[7] یہی وجہ ہے کہ غصہ نہ کرنا جنت میں داخلے کا بھی سبب ہے، جیسا کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: لَا تَغْضَبْ وَلَكَ الْجَنَّةُ یعنی غصہ نہ کرو تو تمہارے لئے جنت ہے۔[8]

غصے اور غضب کی حالت میں چونکہ انسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے، اس کے دماغ میں بدلہ لینے والی بات بیٹھ جاتی ہے، وہ قصور معاف کرنے کو چھوڑ کر یہ بھی بھول جاتا ہے کہ **غصے کے وقت سب سے افضل عمل بُردباری سے کام لینا ہے۔**[9]

یاد رہے! غصہ ایک فطری عمل ہے اور جائز بات پر ہو تو کوئی حرج نہیں، لیکن اگر یہ ناجائز ہو اور پھر حد سے بھی بڑھ جائے تو اس کے نقصان کا اندازہ اسی وقت ہوتا ہے جب پانی سر سے گزر جاتا ہے۔ افسوس! ناجائز غصہ کرنا اب ہماری عادات میں شامل ہو چکا ہے۔ لہٰذا امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے ہماری اخلاقی کیفیت کو سدھارنے کے لیے یہ سوال عطا فرمایا ہے تاکہ اگر ہم اس مرض میں مبتلا ہوں تو اپنا علاج کر سکیں۔ غصہ برداشت کرنے والی بننا چاہتی ہیں تو ان اسباب پر غور کیجئے جن کی وجہ سے آپ غصے میں آ جاتی ہیں۔ پھر ان اسباب کو سامنے رکھ کر غصے کے علاج کی طرف توجہ دیں گی تو ان شاءَ اللہ غصے پر قابو رکھ کر اس گناہ سے بچ سکیں گی۔

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غصے کا علاج اور اس معاملے میں محنت و تکلیف برداشت کرنا (کئی صورتوں میں) فرض ہے، کیونکہ کئی لوگ غصے ہی کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔[10] چنانچہ جب ہمیں غصہ آئے تو معافی سے کام لینا چاہیے۔

اگر زیادہ غصہ آئے تو لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِالله پڑھیے۔ سنت یہ ہے کہ اگر کھڑی ہیں تو بیٹھ جائیے اور بیٹھی ہیں تو لیٹ جائیے۔ اگر اس طرح بھی غصہ ختم نہ ہو تو ٹھنڈے پانی سے وضو کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہیے کہ پانی سے وضو کرے کیونکہ غصہ آگ سے ہے۔[11] ایک روایت میں ہے: جسے غصہ آئے اسے چاہئے کہ اپنا گال زمین سے لگا دے۔[12]

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گویا یہ سجدے کی طرف اشارہ ہے جس میں انسان نہایت عزت والے اعضا (گال اور ماتھے) کو ذلیل ترین جگہ یعنی مٹی پر لگاتا ہے تاکہ نفس ذلت کا احساس پائے اور اس کی عزتِ نفس اور غرور و تکبر جو کہ غصہ کے اسباب ہیں، دور ہو جائیں۔[13]

ہم میں سے جس کو بات بات پر غصہ آتا ہے، بالخصوص وہ ذمہ داران جو اپنی ماتحتوں پر بلاوجہ غصہ کرتی ہیں، سب کو اللہ پاک کی خفیہ تدبیر سے ڈرنا اور غصے پر کنٹرول کرنا چاہیے۔

سُن لو! نقصان ہی ہوتا ہے بالآخر ان کو
نفس کے واسطے غصہ جو کیا کرتی ہیں

غصہ ختم کرنے کا عمل: امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ غصہ کے وقت ناک میں پانی چڑھایا اور ارشاد فرمایا: غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور یہ عمل غصے کو دور کر دیتا ہے۔[14]

سبحان اللہ! کتنا خوبصورت نیک عمل ہے! اگر ہمارا معاشرہ غصے کو تھوکنے کا عادی ہو جائے تو ہر طرف بہار ہی بہار آ جائے، امن و امان کی صورتحال بہتر ہو جائے، ہر گھر امن کا گہوارہ بن جائے۔ اللہ پاک ہمیں اس نیک عمل کو اپنی زندگی پر نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ساتھ ساتھ تمام نیک اعمال کی عاملہ بنا دے اور ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو نیک اعمال کا رسالہ اپنے علاقے میں ہونے والے بدھ اجتماع میں شرکت کر کے وہاں ذمہ دار کو جمع کروانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین

---

(1) مراٰۃ المناجیح، 6/655 (2) کیمیائے سعادت، 2/597 (3) احیاء العلوم، 3/205 (4) احیاء العلوم، 3/205 (5) احیاء العلوم، 3/205 (6) احیاء العلوم، 3/205 (7) کنز العمال، الجزء3، 2/163، حدیث: 7160 (8) معجم اوسط، 2/20، حدیث: 2353 (9) احیاء العلوم، 3/217 (10) کیمیائے سعادت، 2/601 (11) اتحاف السادۃ، 9/426 (12) ترمذی، 4/82، حدیث: 2198 (13) احیاء العلوم، 3/216 (14) اتحاف السادۃ، 9/427

ام حبیبہ عطاریہ مدنیہ
مدرسہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ ام عطار گلبہار سیالکوٹ

بے نمازی کا انجام

اللہ پاک کا فرمان ہے: فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَۙ(۴) الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَۙ(۵) (پ30، الماعون:4، 5) ترجمہ کنز العرفان: تو ان نمازیوں کے لئے خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔

بلاشبہ نمازیں چھوڑنا بہت سخت گناہِ کبیرہ اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ قیامت کے دن جب جہنمیوں سے جنتی لوگ پوچھیں گے کہ تم لوگوں کو کون سا عمل جہنم میں لے گیا؟ تو وہ کہیں گے: لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَۙ(۴۳) (پ29، المدثر:43) ترجمہ کنز العرفان: ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے۔ یاد رہے! دوزخ میں ایک وادی ہے جس کا نام وَیل ہے۔ اگر اس میں دنیا کے پہاڑ ڈالے جائیں تو وہ بھی اس کی گرمی کی سختی سے پگھل جائیں۔ یہ اُن لوگوں کا ٹھکانا ہے جو نماز میں سستی کرتے اور وقت کے بعد قضا کر کے پڑھتے ہیں مگر یہ کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں توبہ کریں اور اپنی خطا پر شرمندہ ہوں۔[1] مذکورہ آیت میں جن لوگوں کے نمازوں سے غافل ہونے کا ذکر ہوا ہے، ان سے مراد یہ لوگ ہو سکتے ہیں: ☆نماز پڑھنے سے ثواب کی اُمید رکھتے ہیں نہ نماز چھوڑنے پر ملنے والی سزا سے ڈرتے ہیں۔ ☆نماز کو معمولی سمجھتے ہیں۔ ☆دکھلاوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں اور نماز چھوٹنے پر شرمندہ نہیں ہوتے۔ ☆نمازوں کو اپنے اوقات میں پڑھتے ہیں نہ رکوع و سجود پورے طور پر ادا کرتے ہیں۔ ☆یا پھر ان سے مراد منافقین ہیں۔ کیونکہ مومن بھی نماز میں کبھی کبھار بھول جاتا ہے، لیکن دونوں کے بھولنے میں فرق ہے۔ اگر منافق بھول جائے تو اسے یاد نہیں آتا اور وہ نماز سے فارغ بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن مومن اپنی نماز میں بھولتا ہے تو وہ فوراً سمجھ جاتا ہے اور (بھولنے کے سبب نماز میں ہونے والی) اس کمی کو سجدۂ سہو سے پوری کر لیتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ نمازی نماز کے تمام حصوں میں اللہ پاک کے ذکر سے غافل رہتا ہے اور یہ چیز منافق سے ہی ممکن ہے جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ نماز پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ رہا مومن تو نماز کے فائدے کا اعتقاد رکھتا ہے، اسے فرض سمجھتا ہے، نماز پڑھنے پر ثواب کی امید رکھتا اور اسے چھوڑنے پر سزا سے ڈرتا ہے۔ لہٰذا وہ نماز کے بعض حصوں میں بھول چوک کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس فرق سے ثابت ہوا کہ نماز سے بھولنا منافقین کا اور نماز میں بھولنا مومن کا کام ہے۔[2]

نماز سے غفلت کی چند صورتیں یہ بھی ہیں: پابندی سے نہ پڑھنا، صحیح وقت پر نہ پڑھنا، فرائض و واجبات کو صحیح طریقے سے ادا نہ کرنا، نماز کی پروا نہ کرنا، تنہائی میں قضا کر دینا اور لوگوں کے سامنے پڑھ لینا وغیرہ، یہ سب صورتیں وعید میں داخل ہیں۔ جبکہ شوق سے نہ پڑھنا، سمجھ بوجھ کر ادا نہ کرنا، توجہ سے نہ پڑھنا بھی نماز سے غفلت میں داخل ہے۔[3] اسی لئے فقہائے کرام فرماتے ہیں: آستین چڑھا کر، رومال کاندھے یا سر پر لٹکا کر، بٹن کھلے چھوڑ کر نماز پڑھنا منع ہے، کہ یہ سستی اور بے پروائی کی علامت ہے۔[4]

نمازیں چھوڑنا اور ان میں سستی کا مظاہرہ کرنا کس قدر بُرا ہے، اس کے متعلق حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمان ہے: وہ عہد جو ہمارے اور دوسرے لوگوں کے درمیان ہے وہ نماز ہے تو جس نے نماز کو چھوڑ دیا اس نے کفر کا کام کیا۔[5] اس کے علاوہ بھی کئی احادیث کا ظاہر مطلب اگرچہ یہی ہے کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا کفر ہے، مگر ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ اور دیگر ائمہ حضرات اور بہت سے صحابہ کرام نماز چھوڑنے والے کو کافر نہیں کہتے۔[6] بلکہ ان کا کہنا ہے کہ ہر مکلف یعنی عاقل بالغ پر نماز فرضِ عین ہے اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ جو قصداً چھوڑے اگرچہ ایک ہی

وقت کی وہ فاسق ہے اور جو نماز نہ پڑھتا ہو قید کیا جائے یہاں تک کہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے بلکہ ائمۂ ثلاثہ مالک و شافعی و احمد کے نزدیک سلطانِ اسلام کو اس کے قتل کا حکم ہے۔[7]

نمازوں میں یا نمازوں سے غفلت سے مراد: غافل کی نماز چونکہ اسے بے حیائی اور بُری بات سے نہیں روکتی۔[8] اور جس کی نماز اسے بے حیائی اور بُری بات سے نہ روکے تو اس کی اللہ پاک سے دوری میں اضافہ ہوتا ہے۔[9] لہٰذا نماز سے یا نماز میں غفلت کے اسباب تلاش کر کے ان کا علاج کیجئے۔ نماز سے غافل ہونا یعنی اسے چھوڑ دینا یا اس کی طرف توجہ کا کم ہونا مراد ہے، یہ منافقین یا مسلمانوں میں سے بہت مکار فاسقوں کا طریقہ ہے۔ جبکہ نماز میں کسی وجہ سے بھول چوک ہو جانے سے کوئی بھی مسلمان خالی نہیں ہوتا۔ امام ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سہو یعنی بھول چوک سے سلامت رہنا ناممکن ہے، حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور آپ کے پیارے صحابہ کرام کو بھی اپنی نمازوں میں سہو ہوتا تھا۔ وہ شخص جو اپنی نماز میں (کبھی بھی) نہیں بھولتا گویا وہ نماز میں غور و فکر کرتا ہے نہ اس کی قراءت کو سمجھتا ہے، بلکہ رکعت کی گنتی میں مگن رہتا ہے۔ یہ شخص چھلکا تو کھا لیتا ہے لیکن مغز پھینک دیتا ہے۔ حضور نماز میں اس لئے بھولتے تھے کہ آپ نماز سے زیادہ عظمت والی چیز میں غور و فکر کر رہے ہوتے تھے۔ ایسا ہرگز ممکن نہیں کہ آپ نماز میں شیطانی خیالات کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے بھولتے تھے۔ جب شیطان نمازی کو یہ کہے: فلاں بات یاد کرو، فلاں بات یاد کرو جن کو وہ پہلے یاد نہیں کرتا تھا تو آدمی بھول جاتا ہے کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھی۔[10]

معلوم ہوا! نماز سے غافل ہونا انتہائی برا ہے اور ساری وعیدیں اسی سے متعلق ہیں اور نمازیں چھوڑنا یا ادا ہی نہ کرنا کیسے انجام کا سبب بن سکتا ہے، اس حکایت سے اندازہ لگائیے کہ بغداد میں ایک مال دار لڑکی کا انتقال ہوا، جان نکلنے کے بعد معمول کے مطابق لوگوں نے اس کی لاش کو چادر سے چھپا دیا، پھر جب کفن دفن کے انتظام کے لیے چادر کھولی تو دیکھا کہ ایک کالا سانپ اس کے سارے بدن سے لپٹا ہوا تھا، لوگوں نے سانپ کو مارنا چاہا تو اس میّت کے باپ نے کہا: یہ سانپ ایسا نہیں لگتا جو مارنے سے جائے! یہ غضبِ الٰہی کا سانپ معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس نے سانپ کے نزدیک جا کر کہا: میں جانتا ہوں کہ تو خدا کے حکم سے آیا ہے لیکن ہمیں بھی میت کو دفنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا اگر تو ہمیں اتنی مہلت دے کہ ہم اسے غسل و کفن دے لیں تو اچھی بات ہے۔ یہ سنتے ہی وہ سانپ اس لڑکی سے الگ ہو گیا مگر جب غسل و کفن کے بعد میت کو چارپائی پر لٹا کر جنازہ اٹھانے لگے تو وہ سانپ جھپٹ کر پھر اس میّت سے ویسے ہی جا چپٹا، یہاں تک کہ اس کے ساتھ ہی دفن ہوا۔ جب اس لڑکی کے باپ سے پوچھا گیا کہ آخر یہ لڑکی ایسا کون سا گناہ کرتی تھی جس کی وجہ سے اس پر ایسا سخت عذاب ظاہر ہوا؟ تو اس نے بتایا: اور تو کوئی گناہ یہ نہیں کرتی تھی البتہ کبھی کبھی نماز قضا کر دیا کرتی تھی۔[11]

بے نمازی کی نحوست ہے بڑی
مر کے پائے گی سزا بے حد کڑی

ذرا سوچئے! جب نمازیں قضا کرنے کی ایسی دردناک سزا ہے تو جو سرے سے نماز ہی نہ پڑھے اس کا انجام کیا ہو گا! اللہ پاک ہمیں اس واقعے سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نماز حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔[12] چنانچہ نماز کی محبت پیدا کرنے کے لیے امیرِ اہلِ سنت کی مشہور کتاب **فیضانِ سنت** جلد 3 کے باب **فیضانِ نماز** پڑھئے، ان شاء اللہ نماز پڑھنے کی طرف دل مائل ہو گا۔ اے کاش! ہم دینِ اسلام کے اہم رکن نماز کی پابندی کرنے والی بن جائیں اور اللہ پاک ہمیں وقت پر درست طریقے سے نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) الکبائر، ص19 (2) تفسیر خازن، 4/413 (3) تفسیر صراط الجنان، 10/841 (4) تفسیر نور العرفان، ص958 (5) ترمذی، 4/282، حدیث:2630 (6) جہنم کے خطرات، ص78 ملخصاً (7) بہار شریعت، 1/443، حصہ:3 (8) احیاء العلوم، 1/217 (9) کنز العمال، الجزء:7، 4/212، حدیث:20079 (10) تفسیر قرطبی، الجزء:20، 10/153 (11) محاسن العمل الافضل، ص7 (12) مصنف عبد الرزاق، 4/249، حدیث:7969 ماخوذاً

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

نیکی اور گناہ کا ارادہ

بے شک اللہ پاک نے نیکیاں اور بُرائیاں لکھ کر پھر انہیں بیان بھی فرمادیا ہے، لہٰذا جو نیکی کا ارادہ کرے، لیکن اس نیکی کو کر نہ سکے تو اللہ پاک اس کے لئے ایک مکمل نیکی لکھتا ہے اور اگر وہ نیکی کر لے تو اللہ پاک اس کے لئے 10 سے 700 گنا تک بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ ثواب لکھتا ہے۔ لیکن جو بُرائی کا ارادہ کرے، پھر اسے نہ کرے تو اللہ پاک اس کے لئے ایک مکمل نیکی کا ثواب لکھتا ہے اور اگر وہ بُرائی کر لے تو اللہ پاک اس کے لئے ایک بُرائی لکھتا ہے۔[1]

شرحِ حدیث

علامہ ابنِ بطال رحمۃ اللہِ علیہ اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: اگر اللہ پاک کا یہ بڑا کرم نہ ہوتا تو کوئی بھی جنت میں داخل نہ ہوتا۔ کیونکہ بندوں کے گناہ ان کی نیکیوں سے زیادہ ہوتے ہیں، یہ اللہ پاک کا اپنے بندوں پر خاص کرم ہے کہ وہ ان کی نیکیوں کو بڑھا کر دُگنا (بلکہ کئی گنا) کر دیتا ہے اور ان کے گناہوں کو نہیں بڑھاتا۔ بلکہ اس نے نیکی کے ارادے کو بھی نیکی بنا دیا ہے۔[2] بلاشبہ یہ اسی کا کرم ہے کہ وہ نیکی کے صرف ارادے پر نیکی لکھتا ہے مگر بُرائی کے ارادے پر کوئی گناہ نہیں لکھتا، بلکہ اگر کوئی بُرائی کا ارادہ چھوڑ دے تو اس پر بھی اس کے لیے کامل نیکی لکھتا ہے۔ لیکن اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ بُرائی کا ارادہ چھوڑنا اللہ پاک کی رضا کے لیے ہو۔ جیسا کہ علامہ بدرُ الدین عینی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جس نے کسی گناہ کا ارادہ کیا اور پھر اللہ پاک کی رضا کی خاطر اسے چھوڑ دیا تو اس کے لیے نیکی لکھی جائے گی اور جس نے مجبوراً گناہ چھوڑا یعنی اس کے اور گناہ کے درمیان کوئی رکاوٹ آگئی ہو تو ایسی صورت میں اس کے لیے نیکی نہیں لکھی جائے گی۔[3]

گناہ کے اِرادے پر کب پکڑ ہوگی؟ اللہ پاک گناہ کے صرف ارادے پر پکڑ نہیں فرماتا، جب تک کہ صرف دل میں ہی اس گناہ کا خیال ہو، اگرچہ غالب خیال اس کے کرنے کا اور مغلوب سا خیال اس کے نہ کرنے کا ہو جسے ھَمّ کہتے ہیں، اس پر بھی پکڑ نہیں۔ ہاں! اگر نفس کو اس گناہ کو کرنے پر آمادہ کر لیا اور کرنے کا پکا ارادہ ہو کہ جسے عَزْم کہتے ہیں تو اس پر پکڑ ہو گی، اگرچہ گناہ نہ کر سکے۔ البتہ نیکی کے ھَمّ اور عَزْم پر بھی ثواب ہے۔[4] کیونکہ گناہ کے خیال اور پکے ارادے میں فرق ہے۔ پختہ (پکا) ارادہ کر لینے پر انسان گنہگار ہو جاتا ہے، یہاں خیالِ گناہ کا ذکر ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ جب دو مسلمان لڑیں اور ایک مارا جائے تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی۔ کیونکہ مقتول نے بھی قتل کا ارادہ کیا تھا، اگرچہ پورا نہ کر سکا، وہاں گناہ کا عَزْم بِالْجَزْم مراد ہے۔ ایسے ہی جو چوری کرنے کا پورا ارادہ کرے، مگر موقع نہ پائے وہ بھی گنہگار ہو گیا۔ جو کفر کا ارادہ کرے وہ کافر ہو گیا۔ لہٰذا حدیث واضح ہے۔ خیالِ گناہ، گناہ نہیں بلکہ بعد میں اس خیال سے توبہ کر لینا نیکی ہے۔ بغیر ارادہ گناہ ہو جانا گناہ نہیں، گناہ میں قصد و ارادہ عذاب کا باعث ہے، اسی لیے حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے عمل اور ارادہ دونوں کا ذکر فرمایا۔[5] بلکہ اگر کسی نے سو سال بعد بھی کفر کرنے کا ارادہ کیا وہ ارادہ کرتے ہی کافر ہو جائے گا اور گناہ میں حکم یہ ہے کہ گناہ کا عزم کر کے اگر آدمی اس پر ثابت رہے اور اس کا قصد و ارادہ رکھے، لیکن اس گناہ کو عمل میں لانے کے اسباب اس کو نہ مل سکیں اور مجبوراً وہ اس کو نہ کر سکے

تو اکثر علما کے نزدیک اس کی پکڑ کی جائے گی۔[6] ہاں! اگر بندے نے کسی گناہ کا ارادہ کیا، پھر اس پر شرمندہ ہوا اور استغفار کیا تو اللہ پاک اس کو معاف فرمائے گا۔[7]

نیکیاں اور بُرائیاں لکھنے سے مراد: حدیثِ پاک میں **نیکیاں اور بُرائیاں لکھ دینے** سے مراد یہ ہے کہ رب کے حکم سے فرشتوں نے لوحِ محفوظ میں یا بندے کی تقدیر میں تحریر فرما دیں یا نامۂ اعمال لکھنے والا فرشتہ لکھتا رہتا ہے اور ارادے پر پوری نیکی لکھنے سے مراد یہ ہے کہ نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے اس پر بھی ثواب ہے، مگر ثواب اور چیز ہے ادائے فرض اور چیز۔ لہٰذا صرف ارادہ (کرنے) سے فرض ادا نہ ہو گا۔[8]

دل سے اپنے عمل کو صرف اللہ پاک کے لئے رکھنے کا ارادہ کرنا چونکہ نیت کہلاتا ہے۔[9] لہٰذا نیت اچھی بھی ہو سکتی ہے اور بُری بھی، اچھی نیت ثواب میں اضافے کا اور بُری نیت گناہ میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْیَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ (پ15، بنی اسرآئیل:19) ترجمہ کنز العرفان: اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔ یعنی عمل کی مقبولیت کے لیے آخرت کی طلب یعنی نیت کا نیک ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے۔[10] یہی نہیں بلکہ سچی نیت کو سب سے افضل عمل[11] اور اچھی نیت کو جنت میں داخلے کا سبب بھی قرار دیا گیا ہے۔[12]

نیت کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر ہمارے بزرگ ہمیں ہمیشہ نیت کے اچھا ہونے کے متعلق نصیحت فرماتے رہے ہیں۔ چنانچہ چند فرامین ملاحظہ کیجیے: ☆اچھی نیت بہت زیادہ کیا کرو کہ دکھلاوا (اچھی) نیت میں داخل نہیں ہوتا۔[13] ☆نیتوں کی وجہ سے ہی جنتی ہمیشہ جنت میں اور جہنمی ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔[14] ☆نیت اکثر چھوٹے اعمال کو بڑا کر دیتی ہے اور بہت سے بڑے اعمال نیت کی وجہ سے چھوٹے ہو جاتے ہیں۔[15]

نیتیں کرنے کی عادت بنایئے: کسی بھی نیک و جائز کام میں اگر اچھی نیتوں کا اضافہ کر لیا جائے تو ثواب میں بھی اضافہ ہوتا جائے گا۔ لہٰذا ہر نیک و جائز کام سے پہلے اچھی نیتیں کرنے کی عادت بنا لیجیے یعنی کھانے پینے اور سونے وغیرہ ہر کام سے پہلے کچھ نہ کچھ اچھی نیتیں کر لی جائیں۔ خواتین کا زیادہ تر وقت چونکہ گھر کے کاموں میں گزرتا ہے، لہٰذا انہیں کئی اچھی نیتیں کر کے ثواب کمانے کے مواقع بھی ملتے ہیں مثلاً شوہر کی خدمت کرنے میں یہ نیت کر سکتی ہیں کہ اللہ پاک کی رضا اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہوئے شوہر کی فرمانبرداری و خدمت کروں گی، گھر میں والدین یا ساس سسر ہوں تو ان کی خدمت میں بھی رضائے الٰہی پانے اور بڑوں کی دعائیں لینے جیسی نیتیں کی جا سکتی ہیں۔ ☆صفائی چونکہ نصف ایمان ہے اور اللہ و رسول کو بھی پسند ہے، لہٰذا گھر کی صفائی وغیرہ میں یہ نیتیں بھی کی جا سکتی ہیں۔

نیتوں پر استقامت کیسے ملے؟ نیتوں پر استقامت پانے کے لیے دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے عملی طور پر وابستہ رہیے اور 63 نیک اعمال کے رسالے کے مطابق جائزہ لینے کو اپنا معمول بنا لیجیے کہ اس سے اِن شاءَ اللہ نیتیں کرنے اور ان پر عمل کرنے کا جذبہ بھی ملے گا۔ الحمدللہ نیک اعمال کے رسالے کا تو پہلا سوال ہی یہی ہے کہ **کیا آج آپ نے کچھ نہ کچھ جائز کاموں سے پہلے کم از کم ایک اچھی نیت کی؟**

اللہ پاک ہمیں اچھی اچھی نیتیں کرنے اور ان پر عمل کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) بخاری، 4/244، حدیث:6491 (2) شرح بخاری لابن بطال، 10/200 (3) عمدۃ القاری، 15/564، تحت الحدیث:6491 (4) حاشیہ صاوی، 1/243 ماخوذاً (5) مراۃ المناجیح، 3/385 (6) تفسیر صراط الجنان، 1/427 (7) تفسیر صراط الجنان، 1/427 (8) مراۃ المناجیح، 3/384 ملتقطاً (9) شرح التلویح علی التوضیح، 1/210 (10) بخاری، 1/6، حدیث:1 (11) جامع صغیر، ص81، حدیث:1284 (12) مسند الفردوس، 5/50، حدیث:7146 (13) تنبیہ المغترین، ص25 (14) احیاء العلوم، 5/89 (15) احیاء العلوم، 5/89

میدانِ محشر میں جسمانی اعضا کی حالت (قسط 18)

قیامت کے دن لوگوں کی حالت کیا ہوگی، یہ سلسلہ جاری ہے۔ اسی سلسلے میں مزید عرض ہے کہ قرآن و سنت میں لوگوں کے اعضائے جسمانیہ کی حالت کو بھی خاص طور پر بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ان کی آنکھوں، کان، دل اور چہرے وغیرہ کا حال کیا ہوگا۔ چنانچہ اس دن مختلف اعضائے جسمانیہ کی حالت کیسی ہوگی؟ چند کا ذکر پیشِ خدمت ہیں:

آنکھوں کی حالت: کفار کو قیامت کے دن جب اٹھایا جائے گا تو ان کی حالت کیسی ہوگی، اس کے متعلق اللہ پاک کا فرمان ہے: وَ نَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَىٕذٍ زُرْقًا ﭕ (پ16، طٰہٰ:102) ترجمہ کنز العرفان: اور ہم اس دن مجرموں کو اس حال میں اٹھائیں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی۔ یعنی اس دن کافر اس حال میں اٹھیں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی۔[1] جبکہ ایک مقام پر ہے: وَ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ﴿۱۲۵﴾ (پ16، طٰہٰ:124، 125) ترجمہ کنزالعرفان: اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا؟ نیز سورۂ ابراہیم و انبیا میں ہے کہ قیامت کے دن کی ہولناکی اور دہشت سے کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔[2] بلکہ یہ آنکھوں کا کھلا رہنا یا پھٹا رہنا کافروں کے ساتھ ہی خاص نہ ہوگا بلکہ عام لوگوں کی آنکھیں بھی پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔[3] اسی طرح ایک مقام پر ہے: یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﭪ (پ18، النور:37) ترجمہ: وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گے۔ اس آیت میں قیامت کے دن کا ایک حال بتایا گیا کہ اس دن آنکھیں اُلٹ جائیں گی یعنی اُوپر چڑھ جائیں گی۔[4]

قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے اگرچہ سب پریشان ہوں گے، مگر بعض گناہ گار ایسے بھی ہوں گے جن کی آنکھوں کے درمیان ان کے جرموں کی نوعیت لکھی ہوگی یا پھر وہ بعض علامات کی وجہ سے پہچانے جائیں گے کہ انہوں نے دنیا میں کیا جرم کئے تھے۔ مثلاً ☆ جس نے آدھی بات کے ذریعے بھی کسی مسلمان کے قتل میں مدد کی ہوگی، بروزِ قیامت وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا: یہ شخص اللہ پاک کی رحمت سے نااُمید ہے۔[5] ☆ اسی طرح جس نے قبلہ کی طرف تھوکا ہوگا بروزِ قیامت وہ اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کا تھوک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ہوگا۔[6] ☆ ایک روایت میں ہے کہ جس نے قبلہ کی طرف تھوکا، پھر اس تھوک کو نہیں چھپایا تو بروزِ قیامت وہ تھوک انتہائی گرم ہو کر آئے گا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان آگرے گا۔[7]

یہ تو عام گناہ گاروں اور کفار کی حالت ہوگی، جبکہ مومنین کے متعلق مروی ہے کہ مومن میدانِ محشر میں کھڑا اپنے جنتی ٹھکانے کو اور اس میں موجود ان نعمتوں کو دیکھ رہا ہوگا جو اللہ پاک نے اس کے لیے رکھی ہیں، پھر بھی جس گھبراہٹ میں وہ مبتلا ہوگا اس کے سبب تمنا کرے گا کہ کاش! میں پیدا ہی نہ ہوتا۔[8]

آنسو بہانے والی آنکھوں کی حالت: جب قیامت کے دن لوگ 70 سال تک ایک ہی جگہ کھڑے رہیں گے اور ان کی طرف نظر کی جائے گی نہ حساب ہوگا تو وہ اتنا روئیں گے کہ آنسو خشک ہو جائیں گے اور آنکھیں خون کے آنسو بہائیں گی۔[9] البتہ! وہ

آنکھیں جنھوں نے خوفِ خدا سے دنیا میں آنسو بہائے ہوں گے ان کی حالت کچھ یوں مروی ہے کہ قیامت کے دن ہر آنکھ روئے گی سوائے اس آنکھ کے جو اللہ پاک کی حرام کردہ چیزوں کی طرف دیکھنے سے جھکی رہی اور وہ آنکھ جو راہِ خدا میں پہرہ دیتے ہوئے رات کو جاگتی رہی اور وہ آنکھ جس سے خوفِ خدا کی وجہ سے مکھی کے سر برابر بھی آنسو نکلا۔[10] ایک روایت میں ہے کہ آنسو کا قطرہ جس رخسار پر بہا ہو گا اللہ کریم اس جسم کو آگ پر حرام فرما دے گا، اگر کسی امت کا ایک فرد (خوفِ خدا) سے رونے والا ہو تو اس پوری امت پر رحم کیا جائے گا، ہر چیز کی ایک مقدار اور وزن ہوتا ہے سوائے آنسو کے کیونکہ ایک آنسو سے آگ کے سمندروں کو بجھا دیا جائے گا۔[11]

کانوں کی حالت: جس نے لوگوں کی بات سننے کے لیے کان لگائے حالانکہ وہ اس کا سننا ناپسند کرتے تھے یا اس شخص سے دور بھاگتے تھے تو بروزِ قیامت اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیلا جائے گا۔[12]

دانتوں اور داڑھوں کی حالت: بروزِ قیامت کافر کی داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر اور ران بیضاء پہاڑ کے برابر[13] اور ایک روایت کے مطابق اس کا بازو بیضاء پہاڑ جیسا اور اس کی ران وَرِقان جیسی ہو گی، نیز اس کے چمڑے کی موٹائی ستر ہاتھ ہو گی۔[14]

ناک کی حالت: جو اس حالت میں مرا کہ منہ پر اور پیٹھ پیچھے عیب بیان کرنے والا اور لوگوں کے برے نام رکھنے والا تھا تو بروزِ قیامت اس کی علامت یہ ہو گی کہ اللہ پاک اس کے دونوں ہونٹوں سے لے کر اس کی ناک تک داغ لگائے گا۔[15]

پیٹ کی حالت: جس نے حرام کی کوئی شے کھائی اس کے پیٹ میں آگ بھڑکائی جائے گی اور وہ جس وقت اپنی قبر سے اُٹھے گا ساری مخلوق اس کی بھیانک آواز سے کانپ اُٹھے گی، یہاں تک کہ اللہ پاک نے مخلوق کے درمیان جو فیصلہ فرمانا ہے فرما دے۔[16] نیز جو سونے یا چاندی کے برتنوں میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ ڈال رہا ہے۔[17] یہ حالت تو ان لوگوں کے پیٹ کی ہو گی جو حرام کھاتے پیتے ہوں گے جبکہ ایک روایت میں راہِ خدا کے مسافر کے متعلق مروی ہے کہ راہِ خدا کا غبار اور جہنم کا دھواں مسلمان بندے کے پیٹ میں جمع نہ ہو گا۔[18]

جسم کی حالت: جس کی دو بیویاں ہوں پھر وہ ان کے درمیان انصاف سے کام نہ لے[19] اور ایک روایت کے مطابق دونوں میں سے کسی ایک کی طرف مائل ہو تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو مفلوج ہو گا۔[20]

شرم گاہوں کی حالت: بعض آسمانی صحیفوں میں ہے: زانی لوگ قیامت کے دن اس حال میں اُٹھائے جائیں گے کہ ان کی شرم گاہوں پر آگ دہکتی ہو گی، ان کے ہاتھ ان کی گردنوں کے ساتھ بندھے ہوں گے، عذاب کے فرشتے ان کو گھسیٹتے ہوئے صدا لگائیں گے: اے لوگو! یہ زانی ہیں جن کے ہاتھ گردنوں کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں اور جو اپنی شرم گاہوں میں آگ لئے ہوئے آئے ہیں۔ پھر ان کی شرم گاہوں کو وسیع کر دیا جائے گا جس سے ان کی شرم گاہوں سے نہایت ہی سخت بدبودار آگ کی بھاپ نکلے گی، عذاب کے فرشتے کہیں گے: یہ ان زانیوں کی شرم گاہوں کی بدبو ہے جنھوں نے زنا کرنے کے بعد توبہ نہیں کی تھی۔ تم سب ان پر لعنت کرو کہ اللہ کی ان پر لعنت ہو۔ اس وقت ہر نیک و بد اُن پر لعنت کرتے ہوئے کہے گا: یا اللہ! تُو ان زانیوں پر لعنت فرما۔[21]

---

(1) تفسیر روح البیان، 5/425 (2) تفسیر خازن، 3/295 (3) معجم کبیر، 3/90، حدیث: 2755 (4) تفسیر سورۂ نور، ص89 (5) ابن ماجہ، 3/262، حدیث: 2620 (6) ابو داود، 3/505، حدیث: 3824 (7) معجم کبیر، 8/245، حدیث: 7960 (8) المجالسہ وجواہر العلم، 3/149، رقم: 3163 (9) مسند اسحاق، 1/79، حدیث: 10 (10) ترغیب و ترہیب، 2/160، حدیث: 12 (11) جامع معمر بن راشد، 10/195، حدیث: 20460 (12) بخاری، 4/423، حدیث: 7042 (13) ترمذی، 4/261، حدیث: 2587 (14) مستدرک، 5/817، حدیث: 8797 (15) معجم کبیر، 13/47، حدیث: 160 (16) قرۃ العیون، ص392 (17) مسلم، ص880، حدیث: 5387 (18) ابن ماجہ، 3/346، حدیث: 2774 (19) ترمذی، 2/375، حدیث: 1144 (20) ابو داود، 2/352، حدیث: 2133 (21) قرۃ العیون، ص389

حضور کے دودھ پینے کی عمر کے واقعات (قسط6)

سیدہ حلیمہ پر حضور کی نوازشیں

عشقِ سرکار کی دولت: سیدہ حلیمہ سعدیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے جو سب سے پہلی برکت پائی وہ تھی عشقِ سرکار۔ چنانچہ آپ نے جب حضور کی پہلی مرتبہ زیارت کی تو اس وقت اپنی حالت و کیفیت کے متعلق خود فرماتی ہیں: حضرت عبد المطلب مجھے لے کر جب اس مکان میں گئے جہاں حضور تشریف فرما تھے تو سیدہ آمنہ نے مجھے خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد جب سیدہ آمنہ مجھے اس جگہ لے کر گئیں جہاں حضور آرام فرما رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ آپ کا لباس دودھ سے بھی زیادہ سفید اونی کپڑے کا تھا، جبکہ بستر سبز رنگ کے ریشمی کپڑے کا تھا۔ آپ اس وقت سوئے ہوئے تھے اور ہلکے ہلکے خراٹوں کی آواز بھی آ رہی تھی، نیز آپ کے جسم مبارک سے کستوری کی خوشبو نکل کر قرب وجوار کی ہر چیز کو مہکا رہی تھی، جب کپڑے کو چہرۂ اقدس سے ہٹایا گیا تو میں آپ کے حسن و جمال میں اس طرح گم ہوگئی کہ مجھے آپ کو جگانے کی ہمت نہ رہی۔[1]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں سیدہ حلیمہ کے جذبات کی ترجمانی کچھ یوں کی ہے: میں آپ کو بیدار کرنا چاہتی تھی مگر عاشق شدم بر حسن و جمال شریف وے آپ کا حسن و جمال دیکھ کر آپ کے عشق میں مبتلا ہوگئی۔[2]

مولانا معین الدین کاشفی کی کتاب معارج النبوۃ میں ہے: چون نظر من بر جمال این خجسته فرزند دلبند افتاد بصد هزار دل عاشق او گشتم و بصد هزار جان شیفته و فریفته او شدم یعنی جب میری نظر اس بہت پیارے بیٹے کے حسن و جمال پر پڑی تو میں ہزار دل و جاں سے اس پر عاشق فریفتہ اور دیوانی ہوگئی۔ مزید فرماتی ہیں: محبت او در صمیم جانم مرکوز گشت یعنی حضور کی محبت میری روح کی گہرائی میں اتر گئی۔[3] جب میں کچھ سنبھلی تو میں نے کچھ قریب ہو کر جونہی حضور کے سینہ مبارک پر اپنا ہاتھ رکھا آپ نے فوراً مسکراتے ہوئے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا تو میں نے آپ کی آنکھوں سے ایک نور کو نکلتے ہوئے دیکھا جس کی شعاعیں میرے دیکھتے ہی دیکھتے آسمان تک جا پہنچیں (یعنی کمرے میں ہونے کے باوجود سیدہ حلیمہ کی نگاہوں نے اس نور کا آسمان تک پیچھا کیا)۔ فرماتی ہیں: (مجھے خود پر قابو نہ رہا اور) میں نے فوری آگے بڑھ کر اپنی چادر حضور کے چہرۂ اقدس پر ڈال دی تاکہ ان کی والدہ ماجدہ یہ سب نہ دیکھ لیں اور پھر (بے اختیار ہو کر) میں نے حضور کی دونوں آنکھوں کے درمیان (مبارک ماتھے کو) چوما اور اپنی گود میں اٹھا لیا۔[4] علامہ نورُ الدین حلبی نے نقل فرمایا ہے کہ بعض روایات میں جو یہ مذکور ہے کہ سیدہ حلیمہ نے بھی پہلے حضور کو اپنانے سے انکار کر دیا تھا تو یہ بن دیکھے تھا، پھر جب حضور کی زیارت سے مشرف ہوئیں تو فرماتی ہیں کہ میں نے ٹھان لیا کہ ہر صورت میں حضور کو اپنے ساتھ لے کر ہی جانا ہے۔[5]

سیدہ حلیمہ سعدیہ کا عشقِ سرکار مرحبا! صد مرحبا! آپ کے دل میں اللہ پاک نے پہلی جھلک پر عشقِ سرکار کی جو شمع جلائی اس کی جھلک ہمیشہ دکھائی دیتی رہی، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ہمیشہ حضور کو اپنی سگی اولاد پر ترجیح دی۔ چنانچہ جب آپ مکہ تشریف لائیں تو آپ کی اپنی حالت یہ تھی کہ بچہ بھوک سے

روتا رہتا تھا کیونکہ ان کی چھاتیوں میں اتنا دودھ نہ تھا جو اس کے لئے کافی ہوتا۔[6] بلکہ ایک قول کے مطابق آپ کی ایک چھاتی میں دودھ ہی نہ تھا۔[7] مگر پھر بھی جتنا دودھ چھاتیوں میں تھا آپ نے وہ اپنے بچے کو پلانے کے بجائے پہلے حضور کو پلایا۔ جیسا کہ آپ فرماتی ہیں: جب میں حضور کو لے کر اپنے قافلے میں واپس آئی اور میں نے آپ کو دودھ پلانے کے لئے اپنی گود میں لٹایا تو آپ میری سیدھی چھاتی سے دودھ پینے لگے اور خوب پیٹ بھر کر پیا۔ آپ کے بعد آپ کے بھائی (یعنی سیدہ حلیمہ کے اپنے بیٹے عبد اللہ) نے دودھ پیا اور حضور کی برکت سے اس نے بھی خوب پیٹ بھر کر دودھ پیا۔[8]

اس کے بعد حضور جتنا عرصہ سیدہ حلیمہ سعدیہ کے پاس تشریف فرما رہے اس سارے عرصے کے واقعات کا جائزہ لیا جائے تو ہر ہر جگہ سیدہ حلیمہ سعدیہ کے عمل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور کی رضاعی ماں سے بڑھ کر حقیقت میں ایک سچی عاشقِ رسول بھی تھیں۔ عشقِ سرکار ایک ایسی دولت تھی جو صرف سیدہ حلیمہ سعدیہ کو ہی نصیب نہ ہوئی بلکہ آپ کے گھرانے کا ہر ہر فرد اس دولت سے فیض یاب ہوا۔ اگر یوں کہا جائے کہ سیدہ حلیمہ سعدیہ کا سارا گھرانا ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت میں دیوانہ تھا تو بے جا نہ ہوگا۔ چنانچہ اگر سیدہ حلیمہ کے گھرانے کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے گھرانے میں پانچ افراد تھے، میاں بیوی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا۔ جیسا کہ سیدہ حلیمہ کے گھرانے کے افراد کا ذکر کرتے ہوئے امام ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں فرماتے ہیں کہ حضور کے ایک رضاعی بھائی عبد اللہ تھے، جبکہ اُنیسہ اور شیما دو رضاعی بہنیں تھیں۔[9]

حضور کی رضاعی بہن اُنیسہ سے متعلق تاریخ و سیرت کی کتابوں میں نام کے علاوہ اور کوئی خاص بات نہیں ملتی۔ اس اعتبار سے اگر جائزہ لیا جائے تو سیدہ حلیمہ سعدیہ کے علاوہ آپ کے گھرانے کے باقی تین افراد حضور سے بہت محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ،

حضور کے رضاعی والد اور عشقِ رسول: سیدہ حلیمہ سعدیہ کے شوہر حضرت حارث رضی اللہ عنہ بھی حضور کو پہلی بار دیکھتے ہی دیوانے ہو گئے۔ جیسا کہ ان کے متعلق شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں: جب سیدہ حلیمہ سعدیہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو لے کر اپنے گھر آئیں اور آپ کے شوہر (حضرت حارث) نے پہلی نظر حضور کے چہرۂ مبارک پر ڈالی تو وہ آپ کی بے مثال خوبصورتی پر عاشق ہو گئے اور سجدۂ شکر ادا کیا۔[10] جبکہ معارج النبوۃ میں یہی بات کچھ یوں بیان کی گئی ہے کہ سیدہ حلیمہ جب حضور کو لے کر گھر پہنچیں، ان کے شوہر کی پہلی نظر حضور کے چہرۂ مبارک پر پڑی اور انہوں نے حسنِ مصطفےٰ کے انوار دیکھے تو ان کا خود پر قابو نہ رہا، بلکہ خوشی سے دیوانے ہو گئے اور جب کچھ ہوش آیا تو فوراً سجدۂ شکر ادا کیا۔[11]

سیدہ حلیمہ کے شوہر حضرت حارث کے سجدۂ شکر ادا کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک نے آپ کو حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت بن دیکھے ہی عطا فرما دی تھی۔ کیونکہ جب سیدہ حلیمہ نے حضرت عبد المطلب سے یہ عرض کی تھی کہ وہ حضور کو اپنانے کے حوالے سے اپنے شوہر سے مشورہ کرلیں، پھر اپنے شوہر سے بات کی تو (آپ کو بڑی حیرانی ہوئی کیونکہ) اللہ پاک نے ان کے دل میں پہلے ہی سے اتنی خوشی پیدا کر دی تھی، لہٰذا انہوں نے فوراً کہا: اے حلیمہ! اس نیک بخت بچے کو فوراً لے آؤ! (اور دیر نہ کرو) اگر تم اس بچے کو حاصل نہ کر سکیں تو پھر زمانے میں کبھی کامیابی نہ پا سکو گی۔[12]

حضور کے رضاعی بھائی اور عشقِ رسول: جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سیدہ حلیمہ کی گود میں تشریف لائے تو سیدہ حلیمہ نے سب سے پہلے آپ کو دودھ پلایا اور پھر اپنے بیٹے کی طرف متوجہ ہوئیں، چنانچہ وہ بچہ جو کہ حضور کے ساتھ دودھ پینے میں

شریک تھا، اس کے دل میں حضور کی کتنی محبت تھی اور وہ حضور کا کس قدر ادب کرتا تھا اس کے متعلق حافظ ابو سعد اپنی کتاب شرفُ المصطفیٰ میں سیدہ حلیمہ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ ان کا بیٹا اس وقت تک دودھ نہ پیتا تھا جب تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم دودھ نہ پی لیتے۔[13] حضور کے رضاعی بھائی کے اس عشق پر قربان جایئے! اتنی ننھی سی عمر میں انہیں ادبِ مصطفےٰ اور عشقِ مصطفےٰ کی جو لازوال دولت ملی بلاشبہ انہی کا خاصہ تھا، اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ انہوں نے پہلے حضور کی زیارت کی یا حضور کی نگاہِ ناز پہلے ان پر پڑی اور انہیں یہ دولتِ بے مثال ملی۔ اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بچپن میں اپنے والد کی خواہش پر خود کو قربانی کے لئے پیش کر دیا تھا تو یہاں ایک دودھ پیتے بچے نے ادبِ مصطفےٰ کو پیشِ نظر رکھا اور کبھی ان سے پہلے دودھ نہ پیا، اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے:

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی

تو پھر حضرت عبد اللہ کی اس ادا کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے، خود ہی فیصلہ کرلیجئے۔

حضور کی رضاعی بہن اور عشقِ رسول: سیدہ حلیمہ کی بڑی بیٹی حضرت شیماء حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کس قدر محبت فرماتی تھیں، اس کا اندازہ ان لوریوں سے لگایا جاسکتا ہے جو آپ حضور کو گود میں لے کر سنایا کرتی تھیں، ان لوریوں میں ایک بہن اپنے بھائی کے لئے جن جذبات کا اظہار کرتی دکھائی دیتی ہے وہ بعد میں واقعی حقیقت بن گئے۔ چنانچہ آپ کے ان محبت بھرے کلمات میں سے چند یہ ہیں:

یَا رَبَّنَا اَبْقِ لَنَا مُحَمَّدًا ۔ حَتّٰی اَرَاهُ یَافِعًا وَ اَمْرَدًا
ثُمَّ اَرَاهُ سَیِّدًا مُسَوَّدًا ۔ وَ اَكْبِتْ اَعَادِیْهِ مَعًا وَ الْحُسَّدَا
وَ اَعْطِهٖ عِزًّا یَدُوْمُ اَبَدًا[14]

یعنی اے میرے رب! حضرت محمد کو ہمارے لئے سلامت رکھنا! یہاں تک کہ میں ان کو ایک بھرپور جواں مرد دیکھوں۔ پھر میں یہ بھی دیکھوں کہ یہ اپنی قوم کے ایسے سردار بن گئے ہیں جن کی ہر بات مانی جاتی ہے اور ان کے تمام دشمنوں اور حاسدوں کو ذلیل و رسوا کرنا اور حضرت محمد کو ایسی عزت عطا فرمانا جو ہمیشہ باقی رہے۔

امام محمد بن یوسف صالحی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سُبُلُ الہُدٰی و الرشاد میں حضرت شیماء رضی اللہ عنہا سے مروی مزید دو طرح کے کلام نقل کئے ہیں۔ ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضور سے کس قدر محبت کرتی تھیں اور حضور کی کس قدر خیر خواہ تھیں۔ چنانچہ آپ فرماتی ہیں:

هٰذَا اَخٌ لِّیْ لَمْ تَلِدْهُ اُمِّیْ ۔ وَ لَیْسَ مِنْ نَّسْلِ اَبِیْ وَعَمِّیْ
فَدَیْتُهٗ مِنْ مُّخْوِلٍ مُّعِمٍّ ۔ فَاَنْمِهِ اللّٰهُمَّ فِیْمَا تُنْمِیْ

یعنی یہ میرے بھائی ہیں۔ اگرچہ انہیں میری والدہ نے تو جنم دیا ہے نہ یہ میرے باپ اور چچا کی نسل سے ہیں، مگر میں ان پر اپنے چچاؤں اور ماموؤں کو قربان کر دوں گی۔ اے میرے رب! حضرت محمد کو ترقیوں کے بلند مقام پر فائز فرما۔

مُحَمَّدٌ خَیْرُ الْبَشَرْ ۔ مِمَّنْ مَّضٰی وَ مَنْ غَبَرْ
مَنْ حَجَّ مِنْهُمْ اَوِ اعْتَمَرْ ۔ اَحْسَنُ مِنْ وَّجْهِ الْقَمَرْ
مِنْ كُلِّ اُنْثٰی وَ ذَكَرْ ۔ مِنْ كُلِّ مَشْبُوْبٍ اَغَرْ
جَنِّبْنِیَ اللّٰهُ الْغِیَرْ ۔ فِیْهِ وَ اَوْضِحْ لِیَ الْاَثَرْ

یعنی جو اِنسان گزر چکے اور جو آئیں گے ان سب سے بہتر میرے بھائی محمد ہیں۔ بلکہ یہ تو حج و عمرہ کی سعادت پانے والوں میں بھی سب سے اعلیٰ بلکہ حسن و جمال میں چاند سے بھی بڑھ کر ہیں۔ یہی نہیں بلکہ آپ تو ہر خوبصورت اور بہادر مرد و عورت سے بڑھ کر روشن چہرے والے ہیں۔ اللہ پاک مجھے میرے بھائی کے صدقے حوادثِ زمانہ سے بچائے اور میرے لیے (حق کو اپنانے) کی راہ کو واضح فرمائے۔[15]

---

(1) مواہب لدنیہ، 1/ 79 (2) مدارج النبوۃ، 2/ 19 (3) معارج النبوۃ، رکن دوم، ص53 (4) شرف المصطفیٰ، 1/ 375 (5) سیرت حلبیہ، 1/ 132 (6) سیرت ابن ہشام، ص67 (7) سیرت حلبیہ، 1/ 132 (8) سیرت ابن ہشام، ص67 (9) دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص90 (10) مدارج النبوۃ، 2/ 20 (11) معارج النبوۃ، رکن دوم، ص54 (12) شرف المصطفیٰ، 1/ 374 (13) شرف المصطفیٰ، 1/ 376 (14) اصابہ، 8/ 206 (15) سبل الہدیٰ، 1/ 381

حضرت یوسف علیہ السّلام کے معجزات و عجائبات (قسط18)

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے دونوں بیٹوں یعنی بنیامین اور یہودا کو واپس بھیجنے سے متعلق خط لکھا تو حضرت یوسف علیہ السلام یہ خط پڑھ کر آبدیدہ ہوگئے۔ پھر آپ نے اپنے بھائیوں کو ان کے پچھلے سلوک پر شرمندگی کا احساس دلانے کے لئے انہیں وہ بیع نامہ دکھایا جو انہوں نے حضرت یوسف کو بیچتے وقت مالک بن زعر کو لکھ کر دیا تھا، اس بیع نامہ کو دیکھ کر اگرچہ ان کے سب بھائی شرمندہ ہوئے مگر انہوں نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ اس سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا پیالہ لیا، اس وقت آپ کے ہاتھ میں سونے کی ایک سلائی تھی۔ اس سلائی کو پیالے پر مار کر فرمانے لگے: میرا یہ پیالہ پہلے جو کچھ ہو چکا ہو اس کے متعلق بتا دیتا ہے، اگر تم چاہو تو میں اس سے گزرے ہوئے زمانے کا حال پوچھوں؟ ان کے اقرار پر آپ نے پیالے پر سلائی ماری اور پھر اس کی طرف کان لگا کر سننے لگے، پھر فرمایا: اے اولادِ یعقوب! یہ کہتا ہے کہ تم نے یوسف اور یعقوب میں جدائی کر دی اور تم نے اس کے اوپر ظلم کیا۔ اب ان کے پاس اقرار کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، لہٰذا کہنے لگے! ہاں۔ یہ پیالہ سچ کہتا ہے۔ پھر دوسری مرتبہ سلائی ماری اور اس میں سے آواز آئی تو حضرت یوسف نے پھر کان لگا کر سنا یہاں تک کہ آواز آنا بند ہوگئی تو حضرت یوسف علیہ السلام بولے: تم نے یوسف کا کھانا کتے کے سامنے پھینک دیا، اس کے پینے کا پانی جو کوزے میں تھا اُسے گرا دیا اور تم نے یوسف کو مارا۔ کیا تم نے یہ کیا تھا؟ انہوں نے پھر کہا: ہاں۔ پیالہ سچا ہے۔ پھر تیسری مرتبہ سلائی ماری اور فرمایا: تم نے اُس کے قتل کا ارادہ کیا اور تمہارے بھائی یہودا نے تمہارے ہاتھ سے اسے چھڑا لیا۔ انہوں نے پھر اقرار کیا کہ یہ بھی سچ ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا: تم میں سے یہودا کون ہے؟ ان کے بتانے پر حضرت یوسف نے یہود سے فرمایا: اے یہودا! خدا تجھے اچھا بدلہ دے۔ اس کے بعد پھر چوتھی مرتبہ سلائی ماری تو آپ نے بتایا کہ یہ پیالہ کہتا ہے: تم نے اسے کنوئیں میں ڈالا پھر وہاں سے نکال کر تھوڑے درہموں کے بدلے اسے بیچ دیا۔ کیا تم نے ایسے کیا تھا؟ جب انہوں نے اس بار بھی اپنے جرم کا اقرار کیا تو آپ نے فرمایا: تم نے بہت بُرا کیا۔ پھر آپ نے اپنے غلاموں سے کہا کہ ان کے ہاتھ باندھ کر ان کی گردنیں مار دو۔ غلام اُن کے ہاتھ باندھ کر لے چلے تو انہوں نے حضرت یوسف کی طرف رحم کی نظر سے دیکھا تو حضرت یوسف نے انہیں واپس لانے کا حکم دیا، واپس پلٹ کر انہوں نے روتے ہوئے کہا: ہمارا باپ ایک بھائی کے گم ہونے سے اس قدر رویا کہ اس کی دونوں آنکھیں جاتی رہیں، اب اگر وہ اپنے سب بیٹوں کے قتل ہونے کی خبر سنے گا تو اُس کا کیا حال ہو گا!!! اُن کی یہ بات سن کر حضرت یوسف کو ہنسی آگئی اور انہوں نے آپ کے دانت دیکھ کر پہچان لیا کہ آپ ہی ان کے بھائی یوسف ہیں۔ لہٰذا انہوں نے بے قراری سے پوچھا کہ کیا آپ واقعی یوسف ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں ہی یوسف ہوں اور یہ بنیامین میرا ہی بھائی ہے۔ یہ سن کر سب بھائی سر جھکا کر بہت روئے اور کہنے لگے: اے یوسف! ہمارے کام کی

طرف نہ دیکھنا، بلکہ اللہ پاک نے جو تمہارے ساتھ کیا ہے اس کی طرف دیکھنا، اللہ پاک نے تمہیں ہم پر پسند کیا اور بے شک ہم سے خطا ہوئی۔ اسی وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے کھڑے ہو کر سب بھائیوں کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا: آج تم پر کچھ ملامت نہیں، یعنی آج تمہارے لئے کوئی سزا ہے نہ تم سے کسی قسم کی کوئی شکایت ہے، جو کچھ تم نے کیا ہے میں اللہ کی بارگاہ میں بھی تم سے اس کا بدلہ نہیں لوں گا، میں نے سب معاف کیا اور اللہ سے بھی تمہارے لئے بخشش چاہتا ہوں اور اللہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔ پھر فرمایا: میرا یہ کرتا لے جاؤ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈال دینا، ان کی آنکھوں کی بینائی واپس آ جائے گی اور اپنے سب گھر والوں کو بھی میرے پاس لے آنا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کرتا اس لئے بھیجا تھا کیونکہ وہ جنتی کرتا تھا اور اللہ پاک نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت پہنایا تھا جس وقت وہ نمرود کی آگ میں ڈالے گئے تھے، بعد میں یہ کرتا حضرت اسحاق علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو ورثے میں ملا اور انہوں نے تعویذ بنا کر حضرت یوسف کے گلے میں باندھ دیا تاکہ آپ بد نظری سے بچے رہیں۔[1]

یہ کرتا لے کر جانے والا یہودا تھا، کیونکہ جھوٹے خون سے آلودہ کیا ہوا کرتا بھی یہی لایا تھا۔ لہٰذا اب خوش خبری کا کرتا بھی وہی لایا۔ چنانچہ ادھر حضرت یعقوب علیہ السلام کو خوش خبری سنانے والا شخص مصر سے چلا، ادھر ہوا نے اللہ پاک سے اجازت مانگی کہ کیا وہ کرتے اور خط کے پہنچنے سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو پہنچا دے؟ چنانچہ اجازت ملنے پر اس نے کرتا پہنچنے سے دس دن پہلے اس کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچا دی، آپ اس وقت اپنی اولاد کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک یہ خوشبو پا کر آپ فرمانے لگے: میرا دکھ ختم ہو گیا ہے، لگتا ہے کہ خوشی قریب آ گئی ہے۔ ایک قول کے مطابق آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس ہوئی تو آپ فوراً اپنے حجرے سے باہر نکل آئے اور گھر میں ٹہلنے لگے اور یہ کہتے جاتے کہ مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ لگتا ہے کہ جو بھیڑیا یوسف کو کھا گیا تھا وہ ہمارے شہر میں پھر رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اسی حالت میں تھے کہ انہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو (مزید قریب آتی محسوس) ہوئی تو وہ خوشی سے ہنسنے لگے۔ آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ خوشبو 140 فرسخ کے فاصلے سے آ رہی تھی۔ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی طرح مومن بھی جب قیامت کے روز اپنی قبر سے نکلے گا تو جنت کی خوشبو 500 برس کی راہ سے سونگھ لے گا۔ نیز حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے یوسف کے کرتے کی خوشبو آ رہی ہے بلکہ فرمایا کہ مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے، ایسا آپ نے اس لئے کیا کیونکہ مُحِبْ اپنے حبیب کو جب یاد کرتا ہے تو درمیان میں واسطوں کا خیال نہیں رکھتا۔ بہر حال جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے یوسف کی خوشبو سونگھنے کا کہا تو آپ کی اولاد میں سے کسی نے بھی اس پر یقین نہ کیا، بلکہ وہ کہنے لگے کہ آپ ابھی تک اسی پرانی محبت میں گم ہیں۔

نیز یہاں امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ہوا کے حضور یوسف علیہ السلام کی خوشبو پہنچانے کی دلیل یہ دی ہے کہ ہوائیں مختلف قسم کی ہوتی ہیں اور ان سے ایسا کرنا ثابت بھی ہے، جیسا کہ سحری کے وقت جو ہوا چلتی ہے وہ گریہ وزاری کرنے والوں کے رونے اور ذکر و استغفار کرنے کو اللہ پاک کے حضور لے جاتی ہے، اس ہوا کو رِیْحُ الْعُشَّاق بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح محبت کی ہوا محبت کرنے والوں کے لئے، قربت و نزدیکی کی ہوا مجاہدین کے لئے، توفیق کی ہوا ان لوگوں کے لئے ہے جنہیں اطاعت و عبادت کی توفیق دی گئی ہے، انابت و رجوع کی ہوا توبہ کرنے والوں کے لئے، ندا کی ہوا ذکر کرنے والوں کے لئے، وصل کی ہوا عارفوں اور اللہ پاک کو پہچاننے والوں کے لئے اور فہم و سمجھ کی ہوا علمائے کرام کے لئے ہے۔[2]

(1) بحر المحبہ، ص 151 تا 152 (2) بحر المحبہ، ص 153

(97)

اندھے شیشے جھلا جھل دمکنے لگے

جلوہ ریزیِ دعوت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: جھلا جھل: بہت تیز روشنی۔ **دمکنا:** چمکنا۔ **جلوہ ریزی:** جلوہ دکھانا۔

مفہومِ شعر: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تبلیغ اور دعوتِ اسلام سے کفر و شرک کے اندھے شیشے ایمان کی روشنی سے چمکنے لگے، آپ کی اس دعوت پہ لاکھوں سلام۔

شرح: اعلانِ نبوت سے پہلے ہر طرف جہالت و گمراہی کا دور دورہ تھا، عقیدے کی خرابیاں، بے عملی اور بُرا سلوک کرنا بہت عام تھا، قابلِ شرم کام کو باعثِ فخر سمجھ کر کیا جاتا تھا، شرک و بت پرستی، شراب پینا، زنا، چوری، لوٹ مار، قتل و قتال وغیرہ ہر طرح کی بُرائی عام تھی! یہاں تک کہ نومولود بچیوں کو زندہ دفن کرنے، عورتوں کو منحوس جاننے، والد کے مرنے کے بعد دیگر جائیداد کی طرح اپنی ماؤں کو بھی آپس میں بانٹ لینے اور انہیں غلام بنا کر بیچ دینے جیسی شرمناک عادات عرب معاشرے کا حصہ بن چکی تھیں کہ ان حالات میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو آپ کی پُرتاثیر دعوت اور نورانی تعلیمات سے مردہ دل جی اٹھے، کفر و شرک کے اندھے شیشے ایمان کی روشنی سے چمکنے لگے، عورتوں اور مظلوموں کو ان کے حقوق ملنے لگے، لوگوں کی فکر بدلی، نظریہ بدلا، کردار بدلے، اقدار و روایات بدلیں، یہاں تک کہ شراب کے نشے میں دھت رہنے والے حضور کی محبت کا جام پی کر ان کی سنتوں کے شیدائی بن گئے، چور ڈاکو ایک دوسرے کے مال کے محافظ بن گئے، عزتوں کے ڈاکو عزتوں کے رکھوالے بن گئے، بے شرم و بے حیا شرم و حیا کے پیکر بن گئے، بیٹیوں سے نفرت کرنے اور انہیں زندہ دفن کر دینے والے ان کے لاڈ اٹھانے والے بن گئے، ایسا رنگ چڑھا کہ ماؤں کی عزت کو پامال کرنے والے ان کے قدم چومنے لگ گئے اور وہ لوگ جن کے سیدھے راستے پر آنے کی کوئی امید نہ تھی حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی برکت سے سارے عالم کے لیے ہدایت کے روشن ستارے بن گئے۔ گویا کہ

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا | خاک کے ذروں کو ہمدوشِ ثریا کر دیا

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

(98)

لُطفِ بیداریِ شب پہ بے حد درود

عالَمِ خوابِ راحت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: لطف: مزہ۔ **بیداری:** جاگنا۔

مفہومِ شعر: حضور کے راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے کی لطافت و پاکیزگی پہ بے شمار رحمتوں کا نزول ہو اور آپ کے آرام و سکون سے سونے کی کیفیت پہ لاکھوں سلام۔

شرح: لطف بیداریِ شب: رات کی نفلی عبادت کو دن پر فوقیت حاصل ہے اور دن کے مقابلے میں رات کی عبادات زیادہ فائدے والی ہیں، دن میں اجتماع ہے تو رات میں تنہائی، دن میں مصروفیت ہے تو رات میں فُرصت، دن میں شور ہے تو رات میں کیف و سرور،

فیضانِ اعلیٰ حضرت

شرح سلامِ رضا

بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان)
گوجرہ منڈی بہاؤالدین

دن عام لوگوں کی ملاقات کا وقت ہے تو رات محبوب سے ملنے کا، یہی وجہ ہے کہ جلوۂ محبوب کے طلبگار رات کے مشتاق ہوتے ہیں اور وہ اپنی راتوں کا ایک حصہ نیند کے لیے اور بقیہ اپنے محبوب سے مناجات و عبادات کے لیے وقف کرتے ہیں۔ گو کہ حضور کے رب نے آپ سے آپ کے سب اگلے پچھلوں کی بخشش کا وعدہ فرمایا ہے،[1] اس کے باوجود آپ رات بھر عبادات و مناجات میں مشغول رہتے، کبھی امت کے غم میں روتے تو کبھی اتنا لمبا قیام فرماتے کہ دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ سے پاؤں مبارک سوج جایا کرتے، جب عرض کی جاتی کہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو ارشاد فرماتے: کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں!۔[2]

عالمِ خوابِ راحت: نیند میں حضور کی آنکھیں سوتی تھیں مگر دل ہر وقت اللہ پاک کی طرف متوجہ رہتا، یہی وجہ ہے کہ آپ کی نیند آپ کے وضو میں رکاوٹ نہیں ڈالتی تھی، کیونکہ جب آپ سے عرض کی گئی کہ آپ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں (اور جاگ کر بغیر وضو کیے وتر اور تہجد ادا فرماتے ہیں) تو ارشاد فرمایا: بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔[3]

(99)

خندۂ صبح عشرت پہ نوری درود
گریۂ ابر رحمت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: خندہ: مسکرانا۔ **عشرت:** سکون، خوشی۔

مفہومِ شعر: حضور کی خوشی کے وقت نورانی مسکراہٹ پہ نوری درود اور آپ کے خوفِ خدا اور فکرِ اُمّت میں رحمت بھرے بادل کے برسنے کی طرح آنسو بہانے پر لاکھوں سلام۔

شرح: حضور بارہا غمِ اُمّت اور خوفِ خدا میں آنسو بہایا کرتے تھے، آپ ارشاد فرماتے: اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔[4] کیونکہ حضور کا ایک وصف دائمُ الفکر ہونا بھی ہے یعنی آپ اپنی اُمّت کے معاملے میں ہمیشہ فکر مند رہتے[5] اور رات بھر اُمّت کی بخشش کے لیے آنسو بہاتے مگر پھر بھی صبح آپ کا چہرہ ہشاش بشاش ہوتا اور آپ ہر ایک سے خوش اخلاقی کے ساتھ ملاقات فرماتے۔ حضور اکثر مسکرایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور سے زیادہ مسکرانے والا کوئی نہیں دیکھا۔[6] جب آپ مسکراتے تو چہرہ گلاب کی طرح کھل اٹھتا، آس پاس کی ساری چیزوں میں گویا جان پڑ جاتی، چنانچہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب بھی آپ مسرور ہوتے تو چہرۂ مبارک یوں نور بار ہو جاتا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو اور ہم آپ کا چہرہ انور دیکھ کر ہی آپ کی خوشی کا اندازہ لگا لیتے۔[7]

(100)

نرمیِ خوئے لینت پہ دائم درود
گرمیِ شانِ سطوت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: خوئے لینت: نرمی کی عادت۔ **سطوت:** رعب۔

مفہومِ شعر: حضور کی طبیعت کی نرمی پر ہمیشہ اللہ کی رحمتیں ہوں اور آپ کی رعب و دبدبہ والی بلند شان پہ لاکھوں سلام۔

شرح: نرمیِ خوئے لینت: حضور کی طبیعت مبارکہ نرمی والی تھی، آپ کمال درجہ کے مہربان تھے، دشمن اور دوست ہر کسی کے ساتھ نرمی اختیار فرماتے، اپنا ذاتی انتقام لیتے نہ اپنی ذات کے لیے کسی پر غصہ فرماتے،[8] بلکہ شفقت و رحمت فرماتے ہوئے بڑے سے بڑے مجرم کو بھی معاف فرما دیتے، اللہ پاک نے آپ کے دل کی نرمی کو اپنی رحمت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ (پ4، اٰل عمرٰن:159) ترجمہ کنز الایمان: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب! تم ان کے لئے نرم دل ہوئے۔ آپ کی نرمی و رحمت کے واقعات بہت زیادہ ہیں، بالخصوص فتحِ مکہ کے موقع پر آپ نے جس شانِ کریمی کا مظاہرہ فرمایا، تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، کیونکہ اس دن وہ تمام لوگ جو آپ کے جانی دشمن تھے اور آپ کو تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے، آپ کے سامنے بے بس کھڑے آپ کے فیصلے کا انتظار کر رہے تھے، مگر آپ نے اپنی رحمت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے ان سب کو معاف فرما دیا۔[9]

گرمیِ شانِ سطوت: آپ کی ذات نرمی و عاجزی کا مظہر تھی تو آپ کی شخصیت انتہائی باوقار و پُر جلال تھی، آپ کا فطری طور پر رعب و دبدبہ ایسا تھا کہ جو شخص آپ کو اچانک دیکھتا وہ مرعوب ہو جاتا اور جو آپ کے ساتھ میل جول رکھتے ہوئے آپ سے ملتا وہ آپ سے محبت کرنے لگ جاتا۔[10] خود کو بہادر سمجھنے والے بڑے بڑے آپ کے رعب و دبدبے کے سامنے ہتھیار ڈال دیا کرتے تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: ایک مہینے کی دوری تک رعب و دبدبے کے ذریعے میری مدد کی گئی۔[11] یعنی جو دشمن مجھ سے جنگ کرنے آئیں ابھی وہ ایک ماہ کے راستہ پر مجھ سے دور ہوتے ہیں کہ ان کے دل میں میری ہیبت چھا جاتی ہے، اگرچہ وہ جنگ کریں مگر ڈر کر، یہ معجزہ کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔[12]

---

1 پ26، الفتح:2 2 مسلم، ص1160، حدیث:7125 3 بخاری، 1/389، حدیث:1147 4 مسند امام احمد، 8/121، حدیث:21572 5 اخلاق النبی و آدابہ، ص53، حدیث:200 6 شمائل محمدیہ، 136 7 بخاری، 2/488، حدیث:3556 8 بخاری، 2/489، حدیث:6092 9 مواہب لدنیہ، 1/319 ملتقطا 10 شمائل محمدیہ، ص20 11 بخاری، 1/133، حدیث:335 12 مراٰۃ المناجیح، 8/9

مدنی مذاکرہ

سردی سے بچانے والے لباس اور غذائیں

سُوال: سردی سے بچنے کے لیے کیا کیا چیزیں اِستعمال کی جائیں؟

جواب: سردی سے بچنے کے لیے کیا کیا چیزیں اِستعمال کرنی ہیں یہ تو عموماً سبھی کو معلوم ہوتا ہے جیسے گرم ملبوسات اِستعمال کیے جاتے ہیں، اُون کے کپڑے سے بنا ہوا سویٹر پہنتے ہیں، بعض لوگ کوٹ بھی اِستعمال کرتے ہیں تو جیسی سردی ہو ویسے کپڑے پہنے جائیں۔ سردی کے موسم میں موزے بھی پہنیں تاکہ پاؤں نہ پھٹیں کیونکہ جب پاؤں ٹھنڈے ہوتے ہیں تو ہوا لگنے کی وجہ سے پھٹ جاتے ہیں اور بہت تکلیف ہوتی ہے۔ سردی میں پاؤں پھٹتے ہوں تو گلیسرین لگائیں اس سے جِلد نرم رہے گی اور پھٹنے سے محفوظ ہو جائے گی، بالفرض اگر جِلد پھٹ بھی گئی تو زیادہ تکلیف نہیں ہو گی۔ اسی طرح گرم تاثیر والی غِذائیں کھائیں تاکہ سردی کا اثر کم ہو۔ یہ خیال رکھیں کہ جو غِذا آپ کھا رہے ہیں وہ آپ کی طبیعت کے مُوافق ہو ورنہ پریشانی بھی ہو سکتی ہے۔ اس کا علم آپ کو اپنے تجربے سے ہو جائے گا کہ کون سی غِذا طبیعت کے مُوافق ہے اور کون سی نہیں؟ نیز اس حوالے سے اپنے طبیب سے بھی مشورہ کر لیجیے۔

بچوں کو سردیوں میں کیا کھانا چاہیے؟

سُوال: بچوں کو سردیوں میں کیا کھانا پینا چاہیے؟

جواب: بچوں کو سردیوں میں کیا کھانا چاہیے اس کا تجربہ تو ان کی امی کو زیادہ ہو گا مجھے صحیح یاد نہیں۔ ہاں! سردیوں میں گڑ اور دیسی مُرغی کا انڈہ کھانا مفید ہوتا ہے۔ دیسی مُرغی بھی وہ جو آزاد پھرتی ہو، اس کا گوشت بھی مفید ہو گا اور انڈہ بھی۔ لیکن آج کل دیسی مُرغی کا اصل انڈہ کہاں سے لائیں؟ دکاندار دیسی بول کر پردیسی انڈہ تھما دیتے ہیں! یعنی فارمی مُرغیوں کے چھوٹے انڈوں پر کلر کر کے اسی کو دیسی کہہ کر بیچ رہے ہوتے ہیں۔ یاد رکھیے! یہ دھوکا اور جھوٹ ہے جو کہ حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ مُرغیاں پالنے والے لوگوں سے رابطہ کیا جائے تو اُمید ہے کہ دیسی مُرغی کا انڈہ مل جائے گا۔ بہر حال اگر روزانہ کم از کم ایک دیسی انڈہ اُبال کر کھائیں تو بہت فائدہ کرے گا۔ اگر مُوافق ہو تو چھوٹے بڑے سب کھا سکتے ہیں۔[1]

مُونگ پھلی کے فوائد

سردی سے بچنے کے لئے جہاں گرم کپڑوں کا اِستعمال ہوتا ہے وہیں طرح طرح کے پکوان اور خشک میووں (Dry fruits) کا اِستعمال بھی کیا جاتا ہے۔ ان میوہ جات میں سے ایک مونگ پھلی بھی ہے۔ مونگ پھلی ایک پھلی دار پودا ہے لیکن اس کا شمار میوہ جات میں ہی ہوتا ہے۔ مونگ پھلی شوق سے کھائی جاتی ہے، نیز اس کا تیل بھی نکالا جاتا ہے جو مختلف کھانوں، ڈبل روٹی، کیک اور اَدوِیہ وغیرہ میں شامل کیا جاتا ہے۔ مونگ پھلی کو لوگ کچا، بھون کر اور اُبال کر اِستعمال کرتے ہیں، نیز اسے مختلف پکوانوں بالخصوص میٹھے پکوانوں (Sweet Dishes) میں شامل کیا جاتا ہے۔ اس کے بے شمار طبّی فوائد بھی ہیں:

مونگ پھلی میں پروٹین، کیلشیم، وٹامن E، وٹامن B1، B6 اور فاسفورس شامل ہوتے ہیں، مونگ پھلی مُقَوّیِ اَعصاب (یعنی پٹھوں کو مضبوط کرنے والی) ہے، مونگ پھلی دُبلے پتلے اور کمزور افراد کے لئے مفید ہے، مونگ پھلی میں موجود فولاد (Iron) خون کے نئے خلیے (Cells) بنانے میں مدد گار ہے، مٹھی بھر مونگ پھلی کافی ہوتی ہے، مونگ پھلی میں موجود وٹامنز ہڈیوں اور دانتوں کو مضبوط بناتے ہیں، مونگ پھلی میں ایسے اینٹی آکسی ڈنٹ (Antioxidant) پائے جاتے ہیں جو غذائی لحاظ سے سیب، چقندر اور گاجر سے بھی زیادہ ہیں۔

احتیاط: "حاملہ" مونگ پھلی کھانے سے پرہیز کرے، الرجی ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ خارش ہونے کی صورت میں مونگ پھلی کا اِستعمال نہ کیا جائے۔ **مدنی مشورہ:** کچی مونگ پھلی کے بجائے بھنی ہوئی مونگ پھلی کھائی جائے۔[2]

ہیٹر کے اِستعمال میں اِحتیاط کیجیے

سردی سے بچنے کے جو اقدامات کیے جاتے ہیں جیسے گیس کے ہیٹر وغیرہ چلاتے ہیں تو ان کے اِستعمال میں اِحتیاط کرنا بہت ضَروری ہے، بعض لوگ ہیٹر چلا کر کمرہ بند کر کے سو جاتے ہیں، یہ ایک رِسکی کام ہے، کیونکہ بعض اوقات گیس لیک ہو رہی ہوتی ہے اور معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حادثہ ہو جاتا ہے۔ اَخبارات میں بھی ایسی کئی خبریں نشر ہوتی ہیں کہ ہیٹر سے گیس لیک ہونے کی وجہ سے دھماکا ہوا اور اتنے لوگ اِنتقال کر گئے۔ اگر ہیٹر چلائیں تو میرا مشورہ یہ ہے کہ جب کمرہ گرم ہو جائے تو سونے سے پہلے ہیٹر ضَرور بند کر دیں کیونکہ جب کمرہ گرم ہو گیا تو اب اس کے چلتے رہنے کی ضَرورت نہیں ہے اور اس کو بند نہ کرنے میں خطرہ بھی ہے۔ یہ اِحتیاط صرف گیس والے ہیٹر کے لیے ہی نہیں بلکہ اگر بجلی والا ہیٹر ہو تو اس میں بھی آگ لگنے کا خطرہ رہتا ہے، لہٰذا اسے بھی بند کر کے سویا جائے۔ نیز کمرے سے باہر جائیں تو ہیٹر اچھی طرح بند کر کے جائیں، کیونکہ گیس لیک ہو کر بند کمرے میں بھر جاتی ہے نیز کچن میں بھی چولہے وغیرہ اچھی طرح چیک کر کے بند کر دیں کیونکہ اِس میں بھی خطرہ رہتا ہے۔ بعض اوقات گھر کے سارے کھڑکی دروازے بند ہوتے ہیں اور گیس پورے گھر میں بھر جاتی ہے اور حادثے کا سبب بنتی ہے، اگر آگ وغیرہ نہ بھی لگے تب بھی سانس کے ذَرِیعے اندر جانے کا خطرہ ہوتا ہے، اس سے بھی موت واقع ہو سکتی ہے۔[3]

سردی کے وقت پڑھنے کا وَظیفہ

سُوال: سخت سردی کے وقت کیا تصور کیا جائے؟ نیز سردی کے وقت پڑھنے کا کوئی وَظیفہ بھی اِرشاد فرما دیجیے۔

جواب: حدیثِ پاک کا مضمون ہے: سخت سردی میں جب بندہ یہ کہتا ہے: لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ، یااللہ! آج سخت سردی ہے مجھے جہنم کی زَمْہَرِیْر سے بچا۔ تو اللہ پاک جہنم سے فرماتا ہے کہ میرا بندہ تجھ سے پناہ مانگ رہا ہے میں نے اس کو تجھ سے پناہ دی۔[4]

جب بھی سخت سردی ہو تو اللہ پاک کی جناب میں یہ دُعا کرنی چاہیے۔ زَمْہَرِیْر جہنم کا ایک طبقہ ہے جس میں ٹھنڈک کا عذاب ہے، جب کافر کو اس میں پھینکا جائے گا تو سردی کی وجہ سے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔

دُنیا میں بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جو آخرت کی یاد دِلاتی ہیں، مثلاً جس طرح دُنیا کی سردی جہنم کا عذاب یاد دِلاتی ہے اِسی طرح سخت گرمی بھی جہنم کی آگ اور موت کی گرمی یاد دِلاتی ہے، سخت پیاس قیامت کی پیاس یاد دِلاتی ہے، دُنیا کے کیڑے مکوڑے اور سانپ قبر کے کیڑے مکوڑے اور جہنم کے سانپ بچھو یاد دِلاتے ہیں۔ اِنسان کو ہمیشہ غور و فکر کرتے رہنا چاہیے، جو بھی چیز دیکھے اس میں آخرت کی یاد کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور تلاش کرے۔ بعض بزرگوں سے یہاں تک منقول ہے کہ وہ چولہے یا چراغ کی آگ دیکھ کر جہنم کی آگ یاد کرتے اور بے ہوش ہو جاتے تھے۔

دُنیوی چیزوں میں غور و فکر کر کے آخرت کو یاد کرنا بھی اللہ پاک کو یاد کرنے ہی کا ایک انداز ہے۔ اللہ کریم ہمیں اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائے۔[5]

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمِین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1. ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 5/ 42تا44ملتقطاً
2. ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/ 134
3. ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 5/ 43
4. عمل الیوم واللیلۃ، ص136، حدیث:307
5. ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/ 41،42

شعبہ ماہنامہ خواتین

سیدہ خدیجہ کی خانگی زندگی اور وصال (آخری قسط)

اسلام میں خاندانی نظام قائم کرنے اور اسے برقرار رکھنے کو خاصی اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ مرد و عورت کا نکاح کے ذریعے ایک خاندان کی بنیاد رکھنے کا ایک سبب ذہنی سکون قرار دیا، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے: وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً (پ21، الروم:21) ترجمہ کنزالعرفان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کی طرف آرام پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھی۔

جب میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے اطمینان و سکون کا ذریعہ ہوں تو اس کے اثرات ان کے خاندان پر بھی ہوتے ہیں، لیکن اگر ان کے درمیان ہر وقت لڑائی ٹھنی رہے، بات بات پر جھگڑا ہوتا ہو تو اس سے جہاں ان کا اپنا سکھ برباد ہو گا، وہیں بچوں کی ذہنی و اخلاقی تربیت پر بھی گہرا اثر پڑتا ہے۔ لہٰذا ان کے درمیان اتحاد و اِتّفاق اور ذہنی ہم آہنگی (Mutual Understanding) ہونا بے حد اہمیت رکھتا ہے۔ ایک دوسرے کے جذبات کو سمجھنا، دکھ درد میں ایک دوسرے کا سہارا بننا، چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر غصہ کرنے کے بجائے معافی سے کام لینا، بیوی کا بحیثیتِ ماں بچوں کی اخلاقی و روحانی تربیت کرنے کے ساتھ ساتھ ان نازک کھلتی کلیوں کے دلوں میں اپنے والد کے لئے محبت اور ادب و احترام وغیرہ پیدا کرنا ایک پُر امن گھرانے اور معاشرے کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ،

ان سب باتوں کے اعتبار سے اگر حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سب سے پہلی بیوی اور مسلمانوں کی امی جان حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مبارک زندگی کا جائزہ لیا جائے تو بلاشبہ اس حوالے سے آپ رضی اللہ عنہا کی شخصیت ہمارے آج کے دور کی عورتوں کے لئے ایک مثالی نمونہ ہے۔ آپ کے انہی اوصاف کی بنا پر آپ کو حضور کی تمام ازواج میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے، جیسا کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اعلیٰ درجہ کی مُریدہ اور اعلیٰ درجہ کی بی بی قرار دیا ہے۔[1]

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت اور آرام و خیال کا اہتمام و لحاظ فرماتیں، باتوں سے حضور کی دل جوئی اور سکون پہنچانے کا سامان کرتیں، کفارِ مکہ کی جانب سے کئے گئے ظلم و ستم بڑھتے تو سہارا اور حوصلہ بڑھانے کا سبب بنتیں۔ جب حضور پر غارِ حرا میں پہلی وحی کا سلسلہ شروع ہوا اور حضور نے گھر واپسی پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے حضور کو تسلی دیتے ہوئے عرض کی: اللہ پاک آپ کے ساتھ اچھا ہی فرمائے گا۔ کیونکہ آپ رشتہ داروں سے اچھا سلوک فرماتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، عبادت کرتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں، محتاجوں کی مدد اور ان کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں، لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں، لوگوں کی سچائی میں ان کی مدد اور ان کی بُرائی سے دوری اختیار فرماتے ہیں، یتیموں کو پناہ دیتے ہیں، سچ بولتے اور امانتیں ادا فرماتے ہیں۔[2] گویا جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور کی دلجوئی کرتے ہوئے آپ

کی جن چھ اعلیٰ صفات کا تذکرہ کیا وہ اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی گھریلو زندگی انتہائی کامیاب تھی۔ کیونکہ اگر حضور دوسروں کے ساتھ اس قدر شفقت بھرا برتاؤ فرمایا کرتے تھے تو یقیناً گھر پر بھی آپ کا اندازِ کریمانہ دلبرانہ ہی ہو گا اور پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ مکے کے امیر ترین اور مشہور سرداروں کے رشتے سیدہ خدیجہ نے جس ہستی کے لئے ٹھکرائے تھے، اس ہستی پر آپ کوئی آنچ آنے دیتیں! بلکہ آپ کے متعلق تو یہاں تک منقول ہے کہ کفارِ قریش کی جانب سے جھٹلانے سے حضور جو غم اٹھاتے تھے وہ سب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دیکھتے ہی ختم ہو جاتے اور آپ خوش ہو جاتے تھے۔[3] نیز علامہ محمد بن اسحاق مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جب بھی کُفّار کی کوئی ناپسندیدہ بات سن کر غمگین ہو جاتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے اللہ کریم آپ کی رنج و غم کی وہ کیفیت دُور فرما دیتا۔[4] اور کتاب سیرتِ مصطفیٰ میں ہے کہ سیدہ خدیجہ نے اپنی تمام عمر حضور کی غمگساری اور خدمت میں نثار کر دی۔[5]

بلاشبہ ایک اچھی بیوی کا یہی اندازِ دلبرانہ ہونا چاہئے کہ وہ شوہر کے ہر دکھ درد کا اس طرح سامان کرے کہ وہ اسے دیکھتے ہی اپنی ہر تکلیف اور ہر غم بھول جائے۔ سیدہ خدیجہ کی زندگی کے اس پہلو کو کئی سیرت نگاروں نے بالخصوص بیان کیا ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اعلانِ نبوت فرمانے پر آپ نے سب سے پہلے ایمان لا کر دنیا کی تمام خواتین کو بتا دیا کہ ایک عورت کے لئے سب سے اہم یہ ہے کہ وہ نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے لئے ہمیشہ کندھے سے کندھا ملا کر اپنے شوہر کے ساتھ کھڑی رہے اور اس راہ میں آنے والی مصیبتوں اور پریشانیوں کی وجہ سے اگر اس کے سر کا تاج کبھی تھک جائے یا غم زدہ ہو تو غم گساری کا مرہم بن کر اس کی ڈھارس کا سامان فراہم کرے تاکہ اس کا شوہر ہر صبح اپنی پاک باز بیوی کی وجہ سے دلی سکون پا کر، دنیا کی ہر تکلیف کو بھلا کر اور نئے سرے سے تازہ دم ہو کر پھر راہِ خدا میں نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے لئے نکل کھڑا ہو۔ اللہ پاک کی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، آپ نے واقعی ایک مشکل ترین دور میں بڑی ہی ثابت قدمی سے اپنے شوہر کی محبت میں لازوال قربانیوں کی ایک مثال قائم کر دی ہے، آپ کا یہ وصف ایسا ہے جسے اپنے اور غیر ہر فرد نے اپنے اپنے انداز میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے، مثلاً کسی نے کہا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بڑی خدمت گزار، تنہائی کی مونس، غمگسار، غارِ حرا کے چلّے میں مددگار تھیں۔[6] تو کسی نے کہا کہ اسلام کی سربلندی میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مخلص وزیر کی حیثیت حاصل تھی۔[7]

یہ سب باتیں اپنی جگہ! مگر حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے جن الفاظ میں انہیں یاد فرمایا وہ اس معاملے میں بلاشبہ ایک سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! خدیجہ سے بہتر مجھے کوئی بیوی نہیں ملی، جب سب لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا اُس وقت وہ مجھ پر ایمان لائیں اور جب سب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اس وقت انہوں نے میری تصدیق کی اور جس وقت کوئی مجھے کوئی چیز دینے کے لئے تیار نہ تھا اس وقت خدیجہ نے مجھے اپنا سارا سامان دے دیا اور انہی کے شکم سے اللہ پاک نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔[8]

سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سکون اور غم خواری کا سامان کرنے والی مسلمانوں کی اس پیاری ماں کو سلام پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

سِیّما پہلی ماں کہفِ امن واماں
حق گزارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام

شعر کی مختصر وضاحت: بالخصوص مسلمانوں کی پہلی امی جان حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حضور، اسلام اور مسلمانوں کے لئے بے شمار خدمات ہیں، انہوں نے اپنے تَن مَن دَھن سے سرکار صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمانوں کی امداد میں ایک امن و اماں والی غار اور ٹھکانے کا کردار ادا کیا۔ ایک حدیثِ پاک جس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے فرمایا گیا کہ انہوں نے اپنے مال سے میری مدد کی۔[9] کی طرف اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے **کہفِ امن و اماں** سے اشارہ کیا اور عقیدت کے پھول یوں پیش کئے کہ حضور کے ساتھ رہنے کا حق خوب ادا کرنے والی اس عظیم ہستی پر لاکھوں سلام۔

علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مشکلات و پریشانیوں میں اپنے شوہر کی دلجوئیاں اور تسلی دینے کی عادت خدا کے نزدیک محبوب و پسندیدہ خصلت ہے، لیکن افسوس! اس زمانے میں مسلمان عورتیں اپنے شوہروں کی دلجوئی تو کہاں؟ اُلٹے اپنے شوہروں کو پریشان کرتی رہتی ہیں کبھی طرح طرح کی فرمائشیں کر کے، کبھی جھگڑا تکرار کر کے، کبھی غصہ میں منہ پھلا کر۔ اسلامی بہنو! تمہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اپنے شوہروں کا دل نہ دکھاؤ اور ان کو پریشانیوں میں نہ ڈالا کرو بلکہ آڑے وقتوں میں اپنے شوہروں کو تسلی دے کر ان کی دلجوئی کیا کرو۔[10]

شوہر کی دل جوئی کا انعام: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ان تمام خدمات اور اوصاف کی بدولت اللہ پاک نے آپ کو خصوصی اعزاز و اکرام سے نوازا اور آپ کو ایک جنتی گھر کی خوش خبری سنائی گئی۔ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم چونکہ کئی کئی دنوں کا کھانا پانی ساتھ لے کر غار حرا میں عبادت فرمایا کرتے تھے، جب کھانا پانی ختم ہو جاتا تو کبھی خود گھر پر آکر لے جاتے اور کبھی سیدہ خدیجہ کھانا پانی غار میں پہنچا دیا کرتیں۔[11] چنانچہ،

ایسی ہی ایک موقع پر جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لیے کھانا لے کر وہاں حاضر ہوئیں[12] تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ پاک کا سلام لے کر تشریف لائے اور سیدہ خدیجہ کو زبانِ مصطفےٰ سے جنت میں ایک ایسے گھر کی خوش خبری سنائی جو موتی کا بنا ہوا ہے؛ اُس میں شور ہے نہ کوئی تکلیف۔[13]

علمائے کرام نے اس انعام و اکرام کا سبب یہ قرار دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اُمُّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ایمان کی دعوت دی تو آپ نے فوراً قبول کر لی اور کسی قسم کا شور کیا نہ اس دعوت کے متعلق کوئی شبہ پیدا ہونے دیا بلکہ تمام شکوک و شبہات کو ختم کر دیا، ہر ادا سے میں حضور کی ڈھارس بندھائی، ہر مصیبت میں آپ کو تسلی دی، اپنے مال کے ساتھ ہر مشکل گھڑی میں حضور کی مدد کی، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں ایسے محل کی خوش خبری دی جو انہی اوصاف سے آراستہ ہو گا۔[14]

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمات اور اچھی عادات کی بدولت حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سیدہ خدیجہ سے بے پناہ محبت فرمایا کرتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے خدیجہ کی محبت عطا کی گئی ہے۔[15] آپ جب تک زندہ رہیں حضور نے دوسرا نکاح نہ فرمایا، بلکہ بعد وفات بھی اکثر ان کا ذکرِ خیر فرمایا کرتے اور اُمُّ الْعِيَالِ وَرَبَّةُ الْبَيتِ یعنی میرے بچوں کی ماں اور گھر کی نگہبان جیسے ناموں سے یاد فرمایا،[16] یہی نہیں بلکہ حضور سیدہ خدیجہ کے وصال کے بعد ان کی جاننے والی خواتین بالخصوص ان کی سہیلیوں سے بھی اچھا سلوک فرمایا کرتے۔[17]

اللہ کا محبوب بنے جو تمہیں چاہے
اس کا تو بیاں ہی نہیں کچھ تم جسے چاہو[18]

حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دل مبارک پر ابھی ابو طالب کے انتقال کا زخم تازہ ہی تھا کہ ابو طالب کے انتقال کے تین یا پانچ دن کے بعد حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

مکے میں ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ جس ہستی نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مدد و حمایت میں اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کیا تھا وہ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہُ عنہا تھیں۔ جس وقت دنیا میں کوئی آپ کا مُخلص مُشیر اور غمخوار نہیں تھا حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہُ عنہا ہی تھیں کہ ہر پریشانی کے موقع پر پوری جاں نثاری کے ساتھ آپ کی غمخواری اور دلداری کرتی رہتی تھیں، اس لئے ابو طالب اور حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہُ عنہا کے انتقال سے حضور کے مددگار و غمگسار دونوں ہی دنیا سے چلے گئے جس سے آپ کے نازک دل پر اتنا بڑا صدمہ گزرا کہ آپ نے اس سال کا نام عَامُ الْحُزْن یعنی غم کا سال رکھ دیا۔ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہُ عنہا نے رمضان 10 نبوی میں وفات پائی۔ بوقتِ انتقال 65 برس کی عمر تھی۔ مقامِ حجون یعنی جَنَّتُ الْمَعْلٰی میں دفن ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ان کی قبر میں اُترے اور اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کی میت مبارک کو قبر میں اتارا۔[19]

حجُون مکے شریف کے بالائی حصے میں واقع ایک پہاڑ ہے، اس کے پاس مکے والوں کا قبرستان ہے۔[20] اب اسے جَنَّتُ الْمَعْلٰی کہا جاتا ہے۔ امیرِ اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: جَنَّتُ الْبَقِیْع کے بعد جَنَّتُ الْمَعْلٰی دنیا کا سب سے افضل قبرستان ہے۔ یہاں اُمُّ المومنین خدیجۃ الکبریٰ، حضرت عبد اللہ بن عمر اور کئی صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیا و صالحین رحمۃ اللہ علیہم کے مزاراتِ مقدسہ ہیں۔ اب ان کے گنبد وغیرہ شہید کر دیئے گئے ہیں، مزارات گرا کر ان پر راستے نکالے گئے ہیں۔[21]

سوکنوں کو سلام: تاریخ ابنِ عساکر میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہُ عنہما سے مروی ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اُمُّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہُ عنہا کے مرضُ الموت میں ان کے پاس تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہُ عنہا سے ارشاد فرمایا: اے خدیجہ! جب اپنی سوکنوں سے ملاقات ہو تو انہیں میرا سلام کہئے گا۔ حضرت خدیجہ نے حیرت سے عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! کیا (دنیا میں) آپ کی مجھ سے پہلے بھی شادی ہوئی ہے؟ ارشاد فرمایا: نہیں۔ لیکن اللہ پاک نے مریم بنتِ عمران، آسیہ بنتِ مزاحم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کلثوم (رضی اللہُ عنہن) سے میرا نکاح کر دیا ہے۔[22] جبکہ ایک روایت میں ہے کہ جب سیدہ خدیجہ دنیا سے رخصت ہو رہی تھیں تو حضور ان کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: اے خدیجہ! کیا آپ اپنی اس حالت کو (یعنی نزع کی کیفیت کو) ناپسند کر رہی ہیں؟ حالانکہ اللہ پاک نے اس ناپسندیدگی میں بہت بھلائی و برکت رکھ دی ہے۔ (میرا اور آپ کا ساتھ دنیا میں ہی نہیں، بلکہ آخرت میں بھی ہوگا اور آپ جنت میں بھی میری بیوی ہوں گی، البتہ!) اللہ پاک نے مجھے بتایا ہے کہ جنت میں آپ کے ساتھ مریم بنتِ عمران، کلثوم اُختِ موسیٰ اور آسیہ بھی میری زوجیت میں ہوں گی۔ اس پر سیدہ خدیجہ نے عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! کیا یہ خبر اللہ پاک نے آپ کو دی ہے؟ ارشاد فرمایا: ہاں۔ تو آپ نے اس پر مکمل اتفاق اور رضامندی کا اظہار فرمایا۔ نیز ایک روایت میں ہے کہ حضورِ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہُ عنہا کو جنت کا انگور بھی کھلایا۔[23]

اللہ پاک ہم سب کو اُمُّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہُ عنہا کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) فتاویٰ رضویہ، 11/326 (2) مدارج النبوت، 2/32، 465 (3) مدارج النبوت، 2/32، 465 (4) السیرۃ النبویۃ لابنِ اسحاق، 1/176 (5) سیرتِ مصطفیٰ، ص95 (6) مراٰۃ المناجیح، 8/497 (7) الروض الانف، 2/223 (8) شرح زرقانی، 4/363 (9) مسند امام احمد، 9/429، حدیث: 24918 (10) جنتی زیور، ص481 (11) ارشاد الساری، 1/106، تحت الحدیث: 3 (12) مراٰۃ المناجیح، 8/495 (13) بخاری، 2/565، رقم: 3820 (14) الروض الانف، 1/417 (15) مسلم، ص1323، حدیث: 2435 (16) طبقاتِ ابنِ سعد، 8/97 (17) بخاری، 2/565، حدیث: 3818 (18) ذوقِ نعت، ص202 (19) سیرتِ مصطفیٰ، ص143 (20) معجم البلدان، 2/123 (21) رفیق المعتمرین، ص123 (22) تاریخ ابنِ عساکر، 70/118 (23) الروض الانف، 4/33

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

عدتِ وفات میں عورت کا نوکری پر جانا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عدتِ وفات میں شرعی پردے کالحاظ کرتے ہوئے عورت کا نوکری کرنے کے لئے گھر سے باہر جانا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دورانِ عدت عورت کا گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں، البتہ اگر عدتِ وفات ہو اور عورت کے پاس خرچے وغیرہ کے لیے رقم نہ ہو اور کسبِ حلال کے لیے باہر جانا پڑے، تو دن کے اوقات میں شرعی پردے کا لحاظ کرتے ہوئے جانے کی اجازت ہے جب کہ رات کا اکثر حصہ اپنے گھر میں آکر گزارے، لیکن اگر بقدرِ کفایت رقم موجود ہو یا گھر میں رہ کر ایسا جائز کسب اختیار کر سکتی ہے جس سے اپنے اخراجات پورے کر سکے، تو اسے نکلنے کی اجازت نہیں کہ عورت کے لیے نکلنے کا جواز صرف ضرورت کی بنا پر ہے اور جب ضرورت ہی متحقق نہ ہو تو نکلنے کا جواز بھی ختم ہو جائے گا۔

اس تفصیل کے بعد پوچھی گئی صورت کا متعین جواب یہ ہے کہ اگر عورت کے لیے نوکری (Job) پر جانا ہی ناگزیر ہے کہ گھریلو کسب اور خرچہ وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے جانا ہی پڑے گا اور نہ جائے گی تو گزارا نہیں ہو گا، تو اسے اوپر ذکر کی گئی قیودات کو ملحوظ رکھتے ہوئے نوکری (Job) کے لیے جانے کی اجازت ہے۔

یاد رہے! عورت کے لیے ملازمت جائز ہونے کی چند شرائط ہیں، اگر ان میں سے کوئی ایک بھی نہ پائی جائے، تو عورت کے لیے ملازمت کرنا، جائز نہیں، چنانچہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: "یہاں پانچ شرطیں ہیں: (۱) کپڑے باریک نہ ہوں جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصہ چمکے۔ (۲) کپڑے تنگ و چست نہ ہو جو بدن کی ہیئات ظاہر کریں۔ (۳) بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو۔ (۴) کبھی نامحرم کے ساتھ کسی خفیف دیر کے لئے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو۔ (۵) اس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی مظنہ فتنہ نہ ہو۔ یہ پانچ شرطیں اگر جمع ہیں، تو حرج نہیں اور ان میں ایک بھی کم ہے تو (عورت کا نوکری کرنا) حرام۔"

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

کتبـــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

کنگھی کرتے وقت ٹوٹ جانے والے بال جلانا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ بعض خواتین جب بال بناتی ہیں، تو ان کے بال گرتے ہیں، جنہیں وہ اپنے پاس جمع کر لیتی ہیں، پھر ان کو جلا دیتی ہیں۔ کیا ایسا کرنا درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

انسان اپنے تمام اجزاء کے ساتھ قابلِ تکریم ہے، جسم سے جدا ہونے والے بالوں یا ناخنوں کے ساتھ کوئی بھی ایسا معاملہ جو تکریم کے خلاف ہو کرنے کی اجازت نہیں، بالوں کو جلانا بھی اسی قبیل سے ہے، لہٰذا بالوں کو جلانے کی اجازت نہیں، انہیں بہتے پانی میں بہانا ممکن ہو تو وہاں ڈلوا دیں، ورنہ ان کو کسی جگہ دفنا دیں اور اگر دفنانا بھی ممکن نہیں تو کسی صاف جگہ ڈال دیں، البتہ خواتین ان کو ایسی جگہ ڈالیں جہاں کسی غیر مرد کی نظر نہ پڑے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

مجیب	مصدق
مولانا محمد حسان عطاری	مفتی محمد قاسم عطاری

بنتِ محمد شیر اعوان عطاریہ
بی ایڈ، ایم ایس سی
اکنامکس گولڈ میڈلسٹ
(بحریہ ٹاؤن راولپنڈی)

موسمی تبدیلیوں سے متعلق احتیاطیں (آخری قسط 14)

موسم کی تبدیلی چونکہ انسانی جسم پر ضرور اثر انداز ہوتی ہے اور ہر چھوٹا بڑا اس سے متاثر ہو سکتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ موسمی تبدیلیوں کی وجہ سے جو بیماریاں حملہ آور ہوتی ہیں ان سے بچاؤ کا بھی خاص اہتمام کیا جائے۔ چنانچہ،

موسمِ گرما نوزائیدہ بچوں پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے، اس کے متعلق پچھلی قسط میں تذکرہ ہوا، آیئے اب یہ جانتی ہیں کہ موسمِ سرما کی آمد کے باعث یا پھر اگر بچہ ہی موسمِ سرما میں پیدا ہو تو پھر اس نوزائیدہ بچے یا اس دودھ پیتے بچے کو موسمِ سرما کی سختی سے کس طرح بچایا جائے اور اس معاملے میں کون سی احتیاطیں پیشِ نظر رکھی جائیں کہ اتنی عمر کے بچے موسمِ سرما کی بیماریوں مثلاً نزلہ، زکام، کھانسی، بخار، گلے کی خراش اور سینے میں انفیکشن وغیرہ سے بچ سکیں۔ ان بیماریوں کے علاوہ نمونیہ اور دمہ بھی ان لوگوں کے لئے سردیوں کا خاص تحفہ ثابت ہوتے ہیں جو موسم کی شدت میں احتیاطی تدابیر پر عمل نہیں کر پاتے حالانکہ وہ احتیاطی تدابیر پر عمل کر کے بڑی آسانی سے اس موسم کی بیماریوں، وائرس اور بیکٹیریا ز سے بچ سکتے ہیں۔

لہٰذا سب سے پہلے تو یہ یاد رکھئے کہ ہر موسم کے کچھ نہ کچھ اثرات ضرور ہوتے ہیں جو صرف بے احتیاطی کے سبب ہی نقصان کا باعث بنتے ہیں، بالخصوص چھوٹے بچوں کے لئے۔ کیونکہ چھوٹے بچے اپنے مسائل وغیرہ بتا نہیں سکتے۔ چنانچہ بچوں کی بہتر صحت کے لئے موسمِ سرما میں چند احتیاطی تدابیر لازمی اختیار کی جائیں تاکہ موسمی اثرات سے بچا جا سکے۔

موسمِ سرما کی احتیاطیں

موسم کی مناسبت سے گرم لباس کا اہتمام: بچوں کو سردیوں میں نزلہ، زُکام، کھانسی اور بخار جیسی بیماری کا ہونا عام ہے، اس کی سب سے بڑی وجہ چونکہ یہ ہے کہ بچے موسم کی سختی کے اثرات برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، لہٰذا انہیں ٹھنڈ سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ ان کا سر، سینہ اور پاؤں ڈھکے ہوئے ہوں۔ سردی سے بچنے کا سب سے اہم ذریعہ لباس ہے۔ لہٰذا اس موسم میں کم عمر بچوں بالخصوص نومولود کے لباس پر توجہ دینی چاہئے اور انہیں ایسا لباس پہنانا چاہئے کہ ٹھنڈی ہوا ان کے جسم کو متاثر نہ کر سکے۔ اُون کے کپڑے ٹھنڈ سے بچنے کا ایک بہترین ذریعہ ہیں۔

گرم لباس پہناتے ہوئے اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ لباس اتنا بھی گرم نہ ہو کہ بچے کو پسینے آنے لگیں کہ پسینہ

خشک ہونے سے بھی بچے کو ٹھنڈ لگنے کا خطرہ ہوتا ہے۔
دھوپ میں لے کر بیٹھنے کا اہتمام: ہلکی پھلکی دھوپ اگرچہ ہڈیوں کی مضبوطی کے لئے ہر موسم میں مفید ہوتی ہے مگر سردیوں میں بالخصوص بچوں کے لئے انتہائی مفید ہے، لہٰذا جب سورج طلوع ہو تو بچے نوزائیدہ ہوں یا کسی بھی عمر کے، انہیں دھوپ میں ضرور بٹھانا چاہئے۔ البتہ! بچے کو دھوپ میں بٹھانے کی غرض سے لباس بھی ویسا پہنایا جائے کہ سورج کی گرمائش اور گرم لباس کی وجہ سے بچے کو بے چینی نہ ہو۔ نیز اس بات کا بھی خاص خیال رکھا جائے کہ براہِ راست زیادہ دیر تک تیز دھوپ بچوں کے جسم پر نہ پڑے کہ یہ بچے کے لئے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔
ہیٹر وغیرہ کے استعمال کی احتیاطیں: بچے کو سردی سے بچانے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ گھر اور کمرے کو گرم رکھنے کی کوشش کی جائے، کیونکہ درجۂ حرارت جتنا مناسب ہو گا بچہ سردی سے اتنا ہی محفوظ رہے گا۔ اس کے لئے عموماً ہیٹر یا انگیٹھی وغیرہ کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ مگر چھوٹے بچوں کی موجودگی میں ان چیزوں کے استعمال کے وقت خاص احتیاط کی ضرورت ہے: ☆ بند کمرے میں ہیٹر کو کم وقت کے لئے استعمال کیجئے اور بچوں سے دور رکھئے۔ ☆ رات کو سوتے ہوئے لازمی طور پر ہیٹر بند کر دیجئے۔ ☆ کبھی بھی بچے کو براہِ راست ہیٹر کے آگے لے کر نہ جائیے۔
بچے کو گرم پانی سے نہلاتے وقت کی احتیاطیں: سردیوں میں بچے کو نہلاتے ہوئے پانی کا درجۂ حرارت درمیانہ رکھیے۔ بلکہ بچے کے جسم پر پانی ڈالنے سے پہلے اپنے بازو پر پانی ڈال کر درجۂ حرارت چیک کر لیجئے۔ ☆ بچے کو نہلانے سے پہلے ضرورت کی ہر چیز جیسے شیمپو، صابن، تولیہ وغیرہ اپنے پاس رکھیے۔ ☆ نہلانے کے فوراً بعد بچے کو تولیے میں اچھی طرح لپیٹ دیجئے۔ ☆ جب بچہ پر سکون ہو جائے تو لباس پہنانے سے پہلے اس کے جسم کی اچھی طرح مالش کیجئے تاکہ خشکی کے باعث بچے کو خارش نہ ہو۔
بچے کو دودھ پلاتے وقت کی احتیاطیں: جو مائیں بچے کو اپنا دودھ پلاتی ہیں انہیں بھی سردیوں میں خاصی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ ماں صحت مند ہو گی تو بچہ بھی صحت مند رہے گا۔ اس لئے ماں کو چاہئے کہ وہ اپنی خوراک میں ٹھنڈی چیزوں کے ساتھ ساتھ کھٹی، تلی ہوئی اور ایسی چیزوں کے استعمال سے بچے جن سے گلہ خراب ہوتا ہو اور کھانسی آنی شروع ہو جائے۔ لیکن اگر بچہ ماں کے بجائے فیڈر کا دودھ پیتا ہو تو بچے کو دودھ دینے سے پہلے خود چیک کر لیجئے کہ دودھ ٹھنڈا نہ ہو، بلکہ نیم گرم ہو۔

مزید چند اہم احتیاطیں

☆ بچے کا ڈائپر بروقت تبدیل کیجئے اور اس کے لئے وقتاً فوقتاً چیک کرتی رہئے، بالخصوص رات کو کہ ڈائپر زیادہ دیر گیلا رہنے سے بھی بچے کو ٹھنڈ لگ سکتی ہے۔
☆ بچے کی عمر اتنی ہو کہ وہ پانی پیتا ہو تو ٹھنڈے موسم میں بھی اس کو وقتاً فوقتاً پانی پلاتی رہئے تاکہ پانی کی کمی نہ ہو۔ مگر خیال رکھئے کہ پانی ٹھنڈا نہ ہو بلکہ اس کا درجہ حرارت نارمل ہو۔ نیز پانی کا نارمل درجۂ حرارت پر ہونا اپنی عمر کے اعتبار سے نہ دیکھئے بلکہ اس معاملے میں بچے کی عمر کا خیال کیجئے۔
☆ سردیوں میں سفر کرنے سے بچئے۔ اگر نومولود یا کم عمر بچے کو گھر سے باہر لے جانا پڑے تو گھر سے نکلنے سے پہلے اسے اچھی طرح لپیٹ لیجئے تاکہ وہ ٹھنڈ سے محفوظ رہے۔ نیز بائیک پر سفر کرتے ہوئے اس کے چہرے کو بھی اپنی چادر میں لے لیجئے تاکہ خشک ہوا سے بچہ محفوظ رہے۔
☆ شہد کا استعمال بھی ٹھنڈ لگنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس لئے بچے کو رات کو سونے سے پہلے تھوڑا سا شہد چٹا دینا بھی کافی فائدہ مند ہے۔
☆ سردی کے موسم میں سینے کی جکڑن کی وجہ سے چونکہ اکثر بچوں کو رات سوتے وقت سانس لینے میں تکلیف کا سامنا رہتا ہے اور وہ ناک بند ہونے کی وجہ سے نیند کی حالت میں بے چین رہتے ہیں، لہٰذا بہتر ہے کہ ڈاکٹر کے مشورے سے ایک اچھا نیزل ڈراپ لے لیجئے تاکہ اگر بچے کی ناک بند ہو اور اسے سانس لینے میں دشواری کا سامنا ہو تو بند ناک کھولنے والے قطرے بچے کی ناک میں ڈال سکیں اور اسے آرام آجائے۔
☆ سرد موسم میں بچے زیادہ تر کان کے انفیکشن میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو بخار کی وجہ بھی بنتا ہے۔ اس سے بچاؤ کے لیے بچے کے کان کو دھوئیے اور گرد و غبار سے دور رکھئے۔
☆ اگر بچے کی جلد ٹھنڈ کے باعث پھٹی پھٹی رہتی ہے تو فوراً چائلڈ اسپیشلسٹ سے رجوع کیجئے۔

اُمِّ سلمہ عطاریہ مدنیہ
ملیر کراچی

موت کی یاد

ایک خاتون نے اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہُ عنہا سے دل کی سختی کا ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: موت کو بہت یاد کیا کرو، تمہارا دل نرم ہو جائے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور اس کا دل نرم ہو گیا تو اس نے اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہُ عنہا کا شکریہ ادا کیا۔[1]

یاد رکھئے! موت ایک یقینی حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِ﴾ (پ17، الانبیاء:35) ترجمہ کنزالعرفان: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔ یہ معلوم ہونے کے باوجود اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم دنیاوی مصروفیات اور تفریحات میں گم ہو کر موت کو بالکل فراموش کر بیٹھتی ہیں اور موت سے غفلت کے سبب دل کی سختی کے مرض میں مبتلا ہو جاتی ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیں اس بات کی ذرہ بھر پروا نہیں رہتی کہ ہماری زندگی اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کے احکامات کے مطابق گزر رہی ہے یا نہیں! نہ ہمیں فضولیات میں وقت ضائع ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ کیونکہ شاید ہم یہ سمجھتی ہیں کہ ابھی تو بہت زندگی باقی ہے! حالانکہ ہمیں یہ بات معلوم بھی ہے اور تجربہ بھی کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ جس طرح کبوتر کے آنکھیں بند کرنے سے بلی کا خطرہ نہیں ٹلتا، اسی طرح ہماری غفلت کے سبب موت ٹل نہیں سکتی۔ اس لئے سمجھ داری کا تقاضا ہے کہ ہم موت کو یاد رکھیں اور زندگی کو موت سے پہلے غنیمت سمجھتے ہوئے آخرت کی تیاری میں مصروف رہیں، نیز گناہوں اور فضولیات سے بھی بچتی رہیں۔

موت کو یاد کرنے کی ترغیب بہت سی احادیثِ مبارکہ میں بھی ارشاد فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ایک حدیثِ پاک میں ہے: بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: کون سا مومن سب سے زیادہ سمجھ دار ہے؟ ارشاد فرمایا: موت کو بہت یاد کرنے اور اس کے آنے سے پہلے اس کے لئے اچھی تیاری کرنے والا۔ یہی لوگ سب سے زیادہ سمجھ دار ہیں۔[2]

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: لذتوں کو ختم کرنے والی (موت) کو زیادہ یاد کیا کرو۔[3] یعنی موت کو یاد کر کے لذتوں کو بدمزہ کر دو تاکہ ان کی طرف تمہاری طبیعت مائل نہ ہو اور تم اللہ پاک کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔[4]

موت کو یاد کرنے سے نہ صرف دل نرم اور آخرت کی طرف راغب ہوتا ہے، بلکہ اس سے دنیاوی طور پر بھی سکون حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت کعبُ الاحبار رحمۃُ اللہِ علیہ کا فرمان ہے: جس نے موت کو پہچان لیا اس پر دنیا کی مصیبتیں اور اس کے غم آسان ہو گئے۔[5] امام حسن بصری رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جس نے موت کی یاد دل میں بسالی اس کے نزدیک دنیا قابلِ نفرت ہو جائے گی اور دنیا کی ساری مصیبتیں اس پر آسان ہوں گی۔[6] اللہ پاک ہمیں موت کو یاد رکھنے اور مرنے سے پہلے اس کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ خاتمِ النّبیین صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) الروض الفائق، ص23 (2) ابن ماجہ، 4/496، حدیث:4259 (3) ابن ماجہ، 4/495، حدیث:4258 (4) احیاء العلوم، 5/193 (5) حلیۃ الاولیاء، 6/43، رقم: 7727 (6) موسوعۃ لابن ابی الدنیا، 5/432، حدیث:129

شادی کی رسومات (مہندی)

بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ
سمن آباد لاہور

شادی کی ایک رسم مہندی (یعنی رسمِ حنا) بھی ہے، مائیوں کی طرح یہ رسم بھی کئی رسومات کا مجموعہ ہے۔

رسم کا وقت اور مقصود: عام طور پر یہ رسم شادی سے ایک دن پہلے ہوتی ہے جس کا مقصد رخصتی سے پہلے عروسہ یعنی دولہن کو تیار کرنا اور اس کو زینت دینا ہوتا ہے۔

رسم کی ادائیگی کا طریقہ: اس رسم کا طریقہ یہ ہے کہ لڑکی اور لڑکے کے خاندان کے افراد ایک دوسرے کے ہاں مہندی لگانے کے لیے جاتے ہیں۔ اس موقع پر دلہن کو پیلا جوڑا، ہری چوڑیاں، پھولوں کے گجرے وغیرہ پہنا کر اور آنچل اوڑھا کر انتہائی خوبصورتی سے سجے ہوئے چبوترے پر بٹھا دیا جاتا ہے، پھر ہاتھ پر پان کا پتّا رکھ کر دلہن کو مہندی لگائی جاتی ہے۔ یہی عمل دولہے کے گھر پر بھی دہرایا جاتا ہے۔ مگر افسوس! آج کل مہندی کی رسم بھی مخلوط ہوتی جارہی ہے اور لڑکی لڑکے کو ایک ہی تقریب میں ایک ہی اسٹیج پر بٹھایا جانے لگا ہے اور ان دونوں کی آمد بھی کچھ یوں ڈرامائی انداز میں ہوتی ہے کہ ان دونوں کو ان کی بہنیں یا کزنیں ایک خوبصورت و پُرکشش چادر کے کونے پکڑ کر اس کے سائے میں لے کر آتی ہیں۔

مہندی لانے والی خواتین کا انداز: مہندی کی تقریب میں مہندی لانے والی خواتین کا انداز بھی بڑا نرالا ہوتا جارہا ہے، کیونکہ مہندی لانے والی خواتین تقریب میں یوں سجی سجائی آتی ہیں کہ ان کے ہاتھوں میں نت نئے ڈیزائن پر مشتمل قیمتی تھال ہوتے ہیں، جن میں مہندی ڈال کر اس کے اندر ایک موم بتی لگائی جاتی ہے اور سب سے آگے کسی نے لکڑی کے ٹکڑے کا گول دائرے نما ایک Tag پکڑا ہوتا ہے جس پر لڑکی والے یا لڑکے والے لکھا ہوتا ہے، یہ ٹیگ ہال میں داخلے کے وقت اس شان سے پکڑا ہوتا ہے گویا اس کے بغیر ان کی شناخت ہی ممکن نہ ہو گی، یہ سب فضول چیزیں ہیں جن کا مقصد صرف دکھانا اور تصاویر بنوانا ہوتا ہے، اس سے زائد کچھ نہیں، کیونکہ یہ سب چیزیں بعد میں کچرے کی نذر ہو جاتی ہیں، یہ بھی فضول کام اور پیسے ضائع کرنا ہی ہے۔

مہندی لگانے والوں کا طریقہ کار: مہندی لگانے کے لیے جو بھی آتا ہے وہ دولہا اور دولہن کے سر سے پیسے گھما کر ایک طرف رکھتا جاتا ہے، بعد میں یہ پیسے ڈھولک بجانے والے یا گھر کی کسی خادمہ کو دے دیئے جاتے ہیں، اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا یہ دینا بطورِ صدقہ ہے؟ اگر ہاں! تو ڈھولک والے کو ہی کیوں دیا جائے؟ جبکہ اس کی مذمت شریعت میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے، یہاں تک کہ نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے واضح لفظوں میں ارشاد فرمایا: میرے رب نے مجھے ڈھول اور بانسری توڑنے کا حکم دیا ہے۔[1] لہٰذا ڈھول پیٹنے والی / والے کو صدقہ دینا اس کے گناہ میں تعاون کرنا ہے جو کہ درست نہیں۔

مہندی کی رسم اگر اس حد تک ہو کہ دلہن کو الگ تقریب میں لڑکیاں مہندی لگائیں اور دولہا کو الگ جگہ اس کے بہن بھائی وغیرہ تو حرج نہیں، مگر اس رسم کی خرافات میں سے ہے کہ اس میں تقریب میں شریک ہر مرد و عورت خواہ وہ محرم ہو یا نامحرم دلہن کے ساتھ ساتھ دولہا کے ہاتھوں پر بھی باری باری مہندی لگاتے ہیں، حالانکہ غیر محرم کا عورت کو چھونا دیکھنا

حرام ہے، اسی طرح مرد کے لیے بغیر کسی عذر کے مہندی لگانا بھی حرام ہے، کیونکہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: مرد کو ہتھیلی یا تلوے بلکہ صرف ناخنوں ہی میں مہندی لگانی حرام ہے کہ عورتوں سے تشبّہ ہے۔[2] اور حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں لعنت فرمائی ہے۔[3] یعنی مرد کے ہاتھ پر مہندی لگانے کی اجازت نہیں، مگر دورِ حاضر میں اس کا لحاظ نہیں رکھا جاتا، مرد حضرات بھی اپنی شادی کے موقع پر خوشی سے مہندی لگواتے ہیں۔ اگر کوئی نہ لگوائے تو اس کا مقصد شریعت کی پابندی نہیں ہوتا بلکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ مہندی سے ہاتھ گندے نہ ہوں۔

اس رسم کو مہندی کہنے کی وجہ: اس کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس میں دولہن کے ہاتھ پاؤں میں مہندی رچائی جاتی ہے تاکہ وہ خوبصورت لگے اور یہ جائز بھی ہے۔[4] بلکہ شوہر کے لیے زینت اختیار کرنے کی نیت سے لگانے کی وجہ سے ثواب بھی ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عورت کا اپنے شوہر کے لیے بناؤ سنگار کرنا باعثِ اجرِ عظیم اور اس کے حق میں نفل نماز سے افضل ہے۔[5]

مہندی لگانے میں ایک احتیاط ضرور کرنی چاہیے کہ جس مہندی کی تہ ہاتھ پاؤں پر جم جاتی ہو ایسی مہندی نہ لگایئے، کیونکہ جب تک وہ چپکی رہے گی وُضو و غسل بھی نہیں ہوگا۔ لہٰذا ایسی مہندی لگائی جائے جس کی تہ چپکتی نہ ہو۔ ویسے پہلی مرتبہ تو ہر مہندی کی تہ جمتی ہے اور وہ اُتر بھی جاتی ہے مگر کیمیکل والی بہت سی کون مہندیاں ایسی ہوتی ہیں کہ انہیں لگانے کے بعد جب ہاتھ دھو لیے جائیں تو اس کے بعد کلر نظر آرہا ہوتا ہے جو بظاہر کلر لگتا ہے مگر خواتین جب برتن دھوتی ہیں یا ویسے ہی ہاتھ دھوتی رہتی ہیں تو وہ پپڑیوں کی صورت میں اُترتا ہے، اس طرح کی مہندیاں لگانے سے وُضو میں حرج ہوتا ہے، لہٰذا خواتین کو بغیر کیمیکل والی ایسی مہندی لگانی چاہیے جس کی تہ نہ جمے۔ البتہ! کسی دولہن کو بلیک کلر کی ڈائی بطور مہندی ہاتھوں پر لگوانی ہو تو وہ لگا سکتی ہے۔[6] اور اس کا رواج بھی عام ہونے لگا ہے۔

مہندی کی رسم میں آج کل یہ بھی عام ہے کہ دولہن کے ہاتھ پاؤں پر جو مہندی اصل میں لگائی جاتی ہے وہ الگ ہوتی ہے اور جو اس رسم کے دوران لگائی جاتی ہے وہ صرف رسم کے طور پر ہوتی ہے نیز اس کے لئے ہاتھ پر کسی بھی مالیت کا کرنسی نوٹ رکھ لیا جاتا ہے جو کہ اسراف ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے یا پھر دولہن کے ہاتھوں پر پان کا ایک پتا رکھ لیا جاتا ہے یا اسے پلاسٹک کے دستانے (Surgical Gloves) پہنا لئے جاتے ہیں تاکہ ہاتھ خراب نہ ہوں اور بعد میں مہندی لگانے والی کوئی ماہر خاتون باقاعدہ مہندی لگاتی ہے۔ البتہ! آج کل یہ رواج بھی چل پڑا ہے کہ عورتیں غیر محارم مردوں سے مہندی لگواتی ہیں جو کہ سخت حرام اور گناہ پر گناہ یعنی دوہرا گناہ ہے کہ اس میں نامحرم کا دیکھنا و چھونا بھی ہے اور بلا اجازتِ شرعی نامحرم مرد و عورت کو ایک دوسرے کا بدن چھونا حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔[7]

فی زمانہ دولہن کا اپنے ہاتھ پر مہندی سے دولہا کا نام لکھوانے کا رواج بھی عام ہوتا جا رہا ہے یہ بھی درست نہیں کہ ہاتھ زمین پر بھی رکھتے ہیں اور مختلف کام کاج میں بھی استعمال ہوتا ہے یوں حروف کی بے ادبی کا امکان ہے۔ پھر بعض نام اللہ پاک یا انبیائے کرام کے مقدس ناموں پر بھی ہوتے ہیں، جن کا ادب تو اور زیادہ ضروری ہے۔ اگر یہ نام نہ ہوں پھر بھی ایک ایک کلمہ بلکہ ایک ایک حرف کا اپنا ادب ہے، لہٰذا بہر طور ہاتھ پر نام لکھنے سے بچا جائے۔[8]

---

(1) مشکوۃ المصابیح، 1/668، حدیث: 3654 (2) فتاویٰ رضویہ، 24/542 (3) بخاری، 4/73، حدیث: 5885 (4) فتاویٰ ہندیہ، 5/359 (5) فتاویٰ رضویہ، 22/126 (6) دار الافتاء اہلسنت، فتوی نمبر WAT-351 (7) بہارِ شریعت، 3/446، حصہ: 16 ماخوذاً (8) دار الافتاء اہلسنت، فتوی نمبر WAT-1809

سچی گواہی

بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ
سمن آباد لاہور

دینِ اسلام امن کو پسند کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نے معاشرے کو پُرامن بنانے کے لیے ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی اور عدل وانصاف کے نظام کو قائم کرنے کا درس دیا ہے، جس کا ایک ذریعہ اقامتِ شہادت یعنی سچی گواہی کا قیام بھی ہے۔ لغوی اعتبار سے شہادت ایسے معاملے کی خبر دینے کا نام ہے جسے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔[1] جبکہ اصطلاحِ شریعت میں اس کے کئی معانی بیان کیے گئے ہیں، مثلاً ☆ اس کا ایک معنیٰ حق بیان کرنا ہے چاہے وہ اپنا ہو یا کسی اور کا۔ ☆ نیز شہادت ایسی بات کو بھی کہتے ہیں جو تجرباتی علم کی بنیاد پر کہی گئی ہو۔ ☆ گواہی سے مراد ہے کسی کے حق کو ثابت کرنے کے لیے مجلسِ قاضی میں لفظِ شہادت کے ساتھ سچی خبر دینا تاکہ کسی کا حق بچایا جاسکے۔[2]

گواہی کا حکم: گواہی دینا فرضِ کفایہ ہے، بعض نے ادا کرلیا تو باقی سے ساقط اور اگر دو ہی شخص گواہ ہوں تو گواہی دینا دونوں پر فرض ہے۔ گواہ بنانے کے لیے بلایا جائے یا گواہی دینے کے لیے دونوں صورتوں میں جانا ضروری ہے۔[3] ایک روایت میں ہے کہ جو گواہی کے لیے بلایا گیا اور اس نے گواہی چھپائی وہ ویسا ہی ہے جیسا جھوٹی گواہی دینے والا۔[4] اگر گواہ کو اندیشہ ہو کہ گواہی نہ دے گا تو حق دار کا حق ضائع ہو جائے گا اور دعویٰ کرنے والے کو معلوم ہی نہیں کہ فلاں شخص معاملہ کو جانتا ہے کہ اسے گواہی کے لیے طلب کرتا تو ایسی صورت میں گواہ پر لازم ہے کہ بغیر بلائے خود ہی جاکر گواہی دے۔[5] نیز حضور نے ایسے شخص کو سب سے اچھا گواہ قرار دیا ہے جو گواہی طلب کیے جانے سے پہلے گواہی دے۔[6]

کئی معاملات مثلاً خرید وفروخت، نکاح، زنا، قرض، حساب کتاب وغیرہ میں گواہی کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا دینِ اسلام نے ہمیں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ سچی گواہی دیں اور جھوٹی بات سے بچیں، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (پ17، الحج:30) ترجمہ کنز الایمان: اور بچو جھوٹی بات سے۔ سچی گواہی دینے والے ربِّ کریم کے پسندیدہ بندوں میں سے ہیں اور کامل مومنین کی نشانیوں کے متعلق قرآنِ کریم میں ہے: وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (پ19، الفرقان:72) ترجمہ کنز الایمان: اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ یعنی کامل ایمان والے گواہی دیتے ہوئے جھوٹ نہیں بولتے اور وہ جھوٹ بولنے والوں کی مجلس سے علیحدہ رہتے ہیں، اُن کے ساتھ میل جول نہیں رکھتے۔[7] جن لوگوں میں یہ وصف پایا جاتا ہے ان کی فضیلت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی جنت کے باغوں میں ہمیشگی والے ثواب و بدلے کے ذریعے عزت کی جائے گی۔[8] جبکہ جھوٹی گواہی نہ دینے والوں کو رحمٰن کے بندے کہا گیا ہے اور جھوٹ نہ بولنے کا انعام یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کو جنت کا سب سے اونچا درجہ انعام میں دیا جائے گا اور اس بلند درجے میں دعائے خیر اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔ یہ استقبال یوں ہوگا کہ فرشتے دعائے خیر اور سلام کے ساتھ ان کی تعظیم وتکریم کریں گے یا یوں ہوگا کہ اللہ پاک ان

کی طرف سلام بھیجے گا۔[9]

یاد رکھئے! سچی گواہی سے اُخروی فوائد کے علاوہ بہت سے دنیاوی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً☆معاشرے میں امن اور عدل و انصاف کے قیام میں مدد ملتی ہے۔☆سچی گواہی سے جرائم میں کمی واقع ہوتی ہے اور ہر مجرم یہ جان لیتا ہے کہ اگر کسی نے اس کا جرم دیکھ لیا تو اس کی گواہی سے یہ ضرور پکڑا جائے گا☆ناحق کسی کو سزا نہیں ملتی☆کسی کی حق تلفی نہیں ہوتی☆ایک روایت میں ہے کہ جو اپنے مومن بھائی کی عزت بچائے گا اللہ قیامت کے دن اس کے چہرے کو جہنم سے دور کر دے گا۔[10] سچی گواہی بھی عزت اور مال کی حفاظت کا ایک سبب ہے☆سچی گواہی رب کی رضا اور شیطان کی ناراضی کا سبب ہے☆انصاف کے قیام اور ظلم کے خاتمے کا سبب ہے☆حق دار تک اس کا حق پہنچانے میں مددگار ہے☆سچی گواہی جرات مندی اور دین میں مضبوطی کی دلیل ہے۔

سچی گواہی دینے کا کیسے ذہن بنے؟ سچی گواہی کا ذہن بنانے کے لیے اس کے فضائل پڑھئے اور یہ سوچئے کہ کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دینا اس کا حق مارنا ہے اور قیامت کے دن دیگر حقوق سمیت اس کے حق کا بھی حساب لیا جائے گا۔ نیز اگر کسی ظالم کا خوف حق بیان کرنے سے رکاوٹ بنے تو اس حدیثِ پاک کو یاد کیا جائے کہ سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ یا ظالم امیر کے سامنے حق بات کہنا ہے۔[11] یونہی ایک حدیثِ پاک میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لوگوں کو شر (یعنی بُرائی) سے بچائے رکھو، کیونکہ یہ صدقہ ہے جو تم اپنی جان کے لیے دو گے۔[12] لہٰذا لوگوں کو شر سے بچانے کی غرض سے بھی سچی گواہی دینی چاہیے۔

یاد رکھیے! شہادت امانت کی طرح ہے، دیگر امانتوں کی طرح اس کی ادائیگی بھی لازمی ہے۔ بالعموم کسی بھی مسئلے میں شہادت کے لیے کم از کم دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کا ہونا ضروری ہے۔[13] نیز گواہی کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ گواہوں نے معاملے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو، صرف سنی سنائی بات کی گواہی دینا جائز نہیں۔[14] اسلام میں گواہی کا عام اُصول تو یہی ہے مگر تاریخ میں ایک ایسی ہستی کا ذکر بھی موجود ہے جنہوں نے بن دیکھے گواہی دی اور ان کی اَن دیکھی گواہی کو نہ صرف قبول کیا گیا بلکہ اس پر انہیں یہ انعام دیا گیا کہ ان کی اکیلی گواہی کو دو گواہیوں کا درجہ دیدیا گیا، اس مقدس ہستی کا نام حضرت خُزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ ہے انہیں ذُو الشَّھَادَتَیْن (دو گواہیوں والے) کے لقب سے جانا جاتا ہے، کیونکہ ایک مرتبہ حضور نے ایک دیہاتی سے گھوڑا خریدا، مگر وہ بیچ کر مکر گیا اور گواہ مانگا، جو مسلمان آتا دیہاتی کو جھڑکتا و سمجھاتا مگر گواہی نہ دیتا کیونکہ کسی نے سودا ہوتے دیکھا نہ تھا، اتنے میں حضرت خُزیمہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور گفتگو سن کر بولے: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے حضور کے ہاتھ گھوڑا بیچا ہے۔ حضور نے پوچھا: تم تو موقع پر موجود ہی نہ تھے، پھر گواہی کیسے دی؟ عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم! میں حضور کے لائے ہوئے دین پر ایمان لایا اور آسمان و زمین کی خبروں پر حضور کی تصدیق کی تو کیا اس دیہاتی کے مقابلے میں تصدیق نہ کروں گا! یہ سن کر حضور نے خوش ہو کر ارشاد فرمایا: خزیمہ جس کسی کے حق میں یا خلاف گواہی دیں ان کی (اکیلے ہی) گواہی کافی ہے (دوسرے گواہ کی حاجت نہیں)۔[15]

سبحانَ اللہ! حضرت خُزیمہ رضی اللہ عنہا کو ان کی سچی گواہی کی برکت سے حضور کی رضا ہی حاصل نہ ہوئی بلکہ ایک ایسا انعام بھی ملا جو تاریخ میں کسی کے پاس نہیں، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اللہ کی عطا سے مالک و مختار اور صاحبِ شریعت بھی ہیں جس کے لیے جس حکم کو چاہیں خاص فرما دیں۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سچ بولنے اور سچی گواہی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

---

(1) نضرۃ النعیم، 2/467 (2) نضرۃ النعیم، 2/467 (3) بحر الرائق، 7/97 (4) معجم اوسط، 3/156، حدیث: 4167 (5) بہارِ شریعت، 2/930، حصہ: 12 (6) مسلم، ص731، حدیث: 1719 (7) تفسیر نسفی، ص811 (8) تفسیر نسفی، ص1280 (9) تفسیر خازن، 3/381 (10) ترغیب و ترہیب، 3/334، رقم: 37 (11) ابوداود، 4/166، حدیث: 4344 (12) بخاری، 2/150، حدیث: 2518 (13) در مختار، 8/202 (14) در مختار، 8/197 (15) ابوداود، 3/431، حدیث: 3607

جھوٹی گواہی

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضامین 46ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کیے جا رہے ہیں)

بنتِ سید ابرار حسین
(درجہ رابعہ جامعۃ المدینہ گرلز پاکپورہ جیل روڈ سیالکوٹ)

شریعتِ مطہرہ میں گواہی کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے، مگر علمِ دین سے دوری کے باعث فی زمانہ لوگوں کی صورتحال اتنی خراب ہو چکی ہے کہ ان کے نزدیک اپنے مسلمان بھائی کو جھوٹے مقدمات میں پھنسانا اور اس کے خلاف جھوٹی گواہیاں پیش کرنا گویا جرائم کی فہرست میں شامل ہی نہیں، حالانکہ قرآنِ کریم میں ہمیں واضح طور پر جھوٹی گواہی سے بچنے حکم دیا گیا ہے: وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (پ17، الحج:30) ترجمہ کنز الایمان: اور بچو جھوٹی بات سے۔ اس آیت میں جھوٹی بات سے مراد جھوٹی گواہی دینا ہے۔[1] اسی طرح اللہ پاک پارہ 3 سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 282 میں ارشاد فرماتا ہے: وَ لَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ترجمہ کنز الایمان: اور گواہ جب بلائے جائیں تو آنے سے انکار نہ کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ گواہی دینا فرض ہے، لہٰذا جب مُدَّعی گواہوں کو طلب کرے تو انہیں گواہی کا چھپانا جائز نہیں۔[2]

اس کے علاوہ کئی احادیثِ مبارکہ میں بھی جھوٹی گواہی دینے والوں کے عبرتناک انجام کو بیان کیا گیا ہے، جن میں سے چند یہ ہیں:

تہمت کی جھوٹی گواہی دینے کا انجام: جو کسی مسلمان کے خلاف ایسی بات کی گواہی دے جو اس میں نہ ہو تو اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔[3]

جھوٹے گواہ پر اللہ پاک کی ناراضی: جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ پاک اس کے لیے جہنم واجب کر دے گا۔[4]

جھوٹی گواہی کے باعث کسی کے مال و جان کی ہلاکت کا انجام: جس نے ایسی گواہی دی جس سے کسی مسلمان مرد کا مال ہلاک ہو جائے یا کسی کا خون بہایا جائے تو اس نے (اپنے اوپر) جہنم کو واجب کر لیا۔[5]

جھوٹی گواہی کی نحوست کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حدیث پاک میں اس کو شرک کے برابر گناہ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ حضرت خُرَیم بن فاتِک اَسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم صبح کی نماز پڑھ کر کھڑے ہوئے اور تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا: جھوٹی گواہی شرک کے ساتھ برابر کر دی گئی۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَیْرَ مُشْرِكِیْنَ بِهٖ (پ17، الحج:30، 31)[6] ترجمہ کنز العرفان: پس تم بتوں کی گندگی سے دور رہو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔ ایک اللہ کیلئے ہر باطل سے جدا ہو کر (اور) اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے (بتوں سے دور رہو)۔

اللہ پاک ہمیں جھوٹی گواہی دینے اور دوسروں کو جھوٹے مقدموں میں پھنسا کر انہیں ذلیل ورسوا کرنے سے بچائے۔

اٰمِین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

بنتِ ارشد محمود

(درجہ ثالثہ جامعۃ المدینہ گرلز چیاں منصور آباد فیصل آباد)

جھوٹی گواہی دینا حرام اور کبیرہ گناہ ہے جو کہ جہنم میں لے جانے والا بُرا عمل ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ پاک نے اپنے خاص بندوں کی فہرست بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ[1] (پ19، الفرقان: 72) ترجمہ کنز الایمان: اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

آیات کے علاوہ کئی احادیث میں بھی جھوٹی گواہی کی مذمت بیان کی گئی ہے، جیسا کہ ایک حدیثِ پاک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے بڑے بڑے گناہوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ[7] یعنی جھوٹی گواہی بھی گناہ کبیرہ اور جہنم میں لے جانے والا جرم ہے۔

اسی طرح کی ایک اور روایت میں آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے بڑے بڑے گناہوں کی فہرست بیان کرتے ہوئے جھوٹی گواہی کا بھی تذکرہ فرمایا اور بڑی تاکید کے ساتھ اس سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ چنانچہ،

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں گناہ کبیرہ میں سے زیادہ بڑے بڑے گناہوں کی خبر نہ دے دوں؟ تو لوگوں نے عرض کیا: کیوں نہیں! ہم لوگوں کو ضرور بتا دیجئے، تو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بڑے بڑے گناہوں میں سب سے زیادہ بڑے گناہ یہ ہیں: خدا کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی اور تکلیف پہنچانا، یہ فرماتے ہوئے حضور تکیہ لگا کر لیٹے ہوئے تھے ایک دم بیٹھ گئے اور فرمایا: اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ یعنی خبر دار اور جھوٹی گواہی۔ پھر اسی لفظ کو اتنی دیر تک بار بار دہراتے رہے کہ ہم لوگوں نے اپنے دل میں کہا کہ کاش! حضور اس بات کے فرمانے سے خاموش ہو جاتے اور اس سے آگے دوسری بات فرماتے۔[8]

اس حدیث میں تین بڑے گناہوں کا ذکر کیا گیا ہے جس میں سے ایک جھوٹی گواہی بھی ہے، غور و فکر کی بات یہ ہے کہ ان تینوں میں سے پہلے دو گناہوں کو معمولی حالت میں لیٹے ہوئے بیان فرمایا مگر جھوٹی گواہی پر اس قدر تاکید فرمائی کہ سیدھے بیٹھ گئے، آپ کے اس انداز سے جھوٹی گواہی کے سخت حرام ہونے کا اندازہ اچھی طرح لگایا جا سکتا ہے۔

جھوٹی گواہی دینے والا خود کو عذابِ جہنم کا حق دار کر لیتا ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ اس کے لیے جہنم واجب کر دے گا۔[9]

نیز فرمایا: جس نے ایسی گواہی دی جس سے کسی مسلمان کا مال ہلاک ہو جائے یا کسی کا خون بہایا جائے اس نے (اپنے اوپر) جہنم (کا عذاب) واجب کر لیا۔[10]

ان روایات سے عبرت پکڑتے ہوئے ہمیں سچی گواہی چھپانے اور جھوٹی گواہی دینے سے بچنا چاہیے۔

جھوٹی گواہی کا نقصان: ہر جھوٹی بات حرام اور گناہ ہے مگر جھوٹی گواہی خاص طور پر بہت ہی سخت گناہ کبیرہ اور جہنم میں داخل کروانے والا بڑا جرم ہے، کیونکہ قرآن و حدیث میں خصوصیت کے ساتھ جھوٹی گواہی کی سخت وعیدوں کو بیان کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جھوٹ سے تو جھوٹ بولنے والے ہی کی دنیا و آخرت برباد ہوتی ہے مگر جھوٹی گواہی سے گواہی دینے والے کی دنیا اور آخرت خراب ہونے کے ساتھ ساتھ دوسرے مسلمان کا حق بھی مارا جاتا ہے یا بے قصور مسلمان سزا پاتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ اس کبیرہ گناہ سے بچا جائے۔

اللہ پاک ہم سب کو جھوٹ اور جھوٹی گواہی سے بچتے ہوئے ہمیشہ سچ بولنے اور سچی گواہی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ خاتَمِ النَّبِیّین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

---

(1) تفسیر کبیر، 8/223 (2) تفسیر صراط الجنان، 1/423 (3) موسوعہ ابن ابی الدنیا، 7/171، حدیث: 260 (4) ابن ماجہ، 3/123، حدیث: 2373 (5) معجم کبیر، 11/172، حدیث: 11541 (6) ابو داود، 3/427، حدیث: 3599 (7) بخاری، 4/95، حدیث: 5976 (8) بخاری، 2/194، حدیث: 2654 (9) ابن ماجہ، 3/123، حدیث: 2373 (10) معجم کبیر، 11/172، حدیث: 11541

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ:ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کا سلسلہ جامعات کی معلمات، ناظمات اور تنظیمی ذمہ داران کے 18ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 15 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
شیطان کی مکاریاں	4	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز	5	شادی کی ناجائز رسومات کے خاتمے میں خواتین کا کردار	6

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: بہاولپور:یزمان: بنتِ افضل مدنیہ۔ سیالکوٹ:اگوکی: بنتِ محمد مختار مدنیہ۔ پاکورہ: بنتِ رفیق، بنتِ مدثر حسین، بنتِ نور الٰہی۔ گلبہار: اُمِّ حبیبہ مدنیہ۔ مظفر پورہ: بنتِ نواز مدنیہ۔ تکواڑہ مغلاں: بنتِ ناہید مدنیہ۔ کراچی:تارتھ کراچی: بنتِ محمد قاسم۔ نیو کراچی: اُمِّ اسامہ۔ گجرانوالہ:رحیم پور: بنتِ محمد ثاقب۔ صادق آباد: بنتِ محمد قاسم مدنیہ۔

شیطان کی مکاریاں

بنتِ رفیق عطاریہ (ذمہ دار:شعبہ اصلاح اعمال یوسی مشاورت، سیالکوٹ)

سرکارِ بغداد، حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک بار میں کسی جنگل کی طرف نکل گیا اور کئی روز تک وہاں پڑا رہا، لیکن پینے کو پانی نہ مل سکا، مجھے سخت پیاس لگی ہوئی تھی، ایسے میں میرے سر پر ایک بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا، اس میں سے بارش کی طرح کچھ کوئی چیز اتری، جسے میں نے پی لیا، پھر میں نے ایک نور دیکھا جس سے آسمان کے کنارے روشن ہو گئے اور ایک صورت ظاہر ہوئی جس سے آواز آئی: اے عبدُالقادر! میں تیرا رب ہوں، میں نے تیرے لئے تمام حرام چیزیں حلال کر دیں۔ میں نے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھ کر کہا: تجھ پہ پھٹکار ہو اے مردود! اچانک روشنی ختم ہو گئی اور اس صورت نے دھوئیں کی شکل اختیار کر لی، پھر مجھ سے کہا: اے عبدالقادر! تجھے تیرے علم نے بچا لیا۔ میں 70 اولیائے کرام کو اسی طرح گمراہ کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا: بلکہ میرے رب کے فضل و احسان نے بچا لیا۔[1]

شیطان نہایت چالاک ہے، وہ طرح طرح کے حیلے بہانے استعمال کر کے لوگوں کو بہکاتا اور ان کو گناہوں پر ابھارتا ہے۔ جیسا کہ ذکر کئے گئے واقعے سے پتا چلا کہ کس طرح شیطان نے تمام اولیا کے سردار، حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بہکانے کی کوشش کی، مگر اللہ پاک کے فضل سے ان پر شیطان کا کوئی وار کامیاب نہ ہو سکا۔ شیطان مسلمانوں کو گمراہ اور جنت سے دور کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس نے اس بات پر قسم کھائی ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے گا۔ اس بات کا تذکرہ اللہ پاک نے قرآن میں یوں کیا ہے: قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ (پ23، صٓ:82) ترجمہ کنزالعرفان: اس نے کہا: تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔

شیطان ہر وقت ہمیں نیکیوں سے دور کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے، مثلاً اس کی کوشش ہوتی ہے کہ ہم نمازوں اور عبادت سے غافل ہو کر گناہ و فضول کاموں میں مبتلا ہو جائیں۔

لہٰذا ہمیں نفس و شیطان کے ہر وار کو ناکام بنانے کی مکمل کوشش کرنی چاہیے۔ یقیناً چور وہیں آتا ہے جہاں مال ہوتا ہے، مال جتنا زیادہ ہوگا چوری کا خطرہ بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ اسی طرح جس کا ایمان جتنا کامل ہوگا اتنا ہی اس کے پاس ایمان کا چور یعنی شیطان آئے گا۔ شیطان انسان کا دشمن ہے، وہ کسی بھی صورت میں اس کی بھلائی نہیں چاہتا، بلکہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ انہیں جنت سے دور کرکے جہنم میں داخل کروادے۔ قرآنِ کریم میں جگہ بہ جگہ شیطان کو نہ صرف انسان کا دشمن کہا گیا ہے، بلکہ انسان کو شیطان کی پیروی سے روکا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِؕ-هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ(۶۱) وَ لَا یَصُدَّنَّكُمُ الشَّیْطٰنُۚ-اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ(۶۲) (پ25، الزخرف: 61، 62)

ترجمہ کنز العرفان: اور بیشک عیسیٰ ضرور قیامت کی ایک خبر ہے تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا اور میری پیروی کرنا۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔ اور ہرگز شیطان تمہیں نہ روکے بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

شیطان کا کام ہی یہی ہے کہ وہ لوگوں کو بُرائی، کفر و شرک، جھوٹ، غیبت، چغلی، بدگمانی، فساد، حسد، کینہ، تکبر، دشمنی، جنگ، الزام تراشی، بے حیائی، گانے باجوں، ناچ، بدنگاہی، بے حیائی، ناجائز تعلقات اور بدکاری وغیرہ کی طرف بلائے۔ بدقسمتی سے آج یہ اور اس طرح کی کئی بُرائیاں ہمارے معاشرے میں عام ہوتی جارہی ہیں، یقیناً یہ شیطان کے خطرناک وار کے نتائج ہیں۔ نفس و شیطان کو ہرانا نہایت مشکل ہے، لیکن انسان کوشش کرے تو ان کے ہر وار کو ناکام بنا سکتا ہے۔ آج کل بعض لوگ تھوڑا عرصہ کوشش کرنے کے بعد ہار مان لیتے ہیں کہ ہم نے بہت کوشش کی، لیکن دل تب بھی نیکیوں کی طرف مائل نہیں ہوتا اور گناہوں میں لگا رہتا ہے۔ یہ بہانہ بنا کر وہ نیکی کرنا بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ جبکہ اولیائے کرام دن رات کوششیں کرکے نفس و شیطان کی شرارتوں سے چھٹکارا پاتے تھے۔ لہٰذا ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیے اور اللہ پاک کے فضل پر امید رکھنی چاہیے کہ وہ ضرور ہمیں شیطان کے دھوکے سے نجات عطا فرمائے گا۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ایسے کام کریں جن کا حلال ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہو اور حرام کاموں سے بچیں۔ نیز وہ کام جن کا حلال اور حرام ہونا واضح نہ ہو ان سے بھی بچیں۔ کیونکہ شک ہے کہ کہیں شیطان ہمیں شبہات کے ذریعے حرام میں مبتلا کردے۔

شیطان کے وار سے خود کو بچانے کا ایک بہترین ذریعہ کسی پیرِ کامل کے ذریعے مرید ہو جانا ہے کہ بیعت کی برکت سے شیطان دور بھاگے گا، ایمان اور اعمال کی بھی حفاظت ہوگی۔ شیطان سے حفاظت کا ایک عمل یہ بھی ہے کہ جب کبھی دل میں کسی گناہ کا خیال آئے تو فوراً اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ یا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھ کر الٹے کندھے کی طرف تھو تھو کر دیجئے ان شاء اللہ شیطان دور ہوگا۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے شب و روز

بنتِ افضل مدنیہ (معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز زمان، بہاولپور)

ہمارے پیارے اور آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اللہ پاک نے سراپا معجزہ بنا کر بھیجا۔ اس لیے آپ کی سیرتِ مبارکہ بھی ایک معجزہ ہے۔

دنیا میں کروڑوں لوگ آئے اور آتے رہیں گے، کئی انبیائے کرام علیہم السلام تشریف لائے، لیکن کسی کی بھی سیرت پر اتنا نہ لکھا گیا جتنا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سیرت پر لکھا جا چکا ہے، لکھا جا رہا ہے، بلکہ تا قیامت لکھا جاتا رہے گا۔

یہ میرے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ہی اعجاز و اعزاز ہے کہ آپ کی مبارک زندگی کا ایک ایک گوشہ محفوظ کیا گیا اور عاشقانِ رسول نے ہم تک پہنچایا، آج تقریباً چودہ سو سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا مگر معمولاتِ مصطفےٰ آج بھی یوں ہی اپنی مکمل چمک دمک کے ساتھ جگمگا رہے ہیں اور ہدایت و بھلائی کے طلبگار عاشقان و عاشقاتِ رسول اپنے نبی کی سیرت کے روشن مینارے سے نہ صرف روشنی حاصل کر رہے ہیں، بلکہ

سنّتیں سکھا کر دوسروں کو بھی یہ روشنی بانٹ رہے ہیں۔

بلاشبہ سیرتِ مصطفےٰ سے انسانیت کا ہر گوشہ زندگی پا رہا ہے، اسی سیرتِ مصطفےٰ کے آئینے میں انسانیت نے جینے کے ڈھنگ سیکھے، یہی وہ اخلاق و کردار ہے جس کی پیروی کر کے ڈاکو راہنما بن گئے، جہالت میں گرفتار لوگ ہدایت کے علم بردار ہوگئے اور بھٹکے ہوئے رہبرِ کامل بن گئے۔

بھٹکے ہوؤں کو رہبرِ کامل بنا دیا
ہے کیسی لاجواب دراست رسول کی

ہمارے لیے بہت ضروری ہے کہ ہم اپنے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دن رات کے معمولات سے آگاہی حاصل کریں اور اپنی اولاد کو سکھائیں تاکہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مبارک سیرت سے چند مبارک معمولات کے متعلق پڑھیے۔ چنانچہ،

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نہ تو فَاحِش یعنی نہ عادۃً بُری باتیں کرنے والے تھے اور نہ مُتَفَحِّش یعنی تَکَلُّفاً بُری باتیں کرتے اور نہ ہی بازاروں میں شور کرنے والے تھے۔ آپ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہ دیتے، بلکہ معاف کرتے اور درگزر فرماتے۔[2]

فُحش کے معنیٰ ہیں: حد سے بڑھی ہوئی بات۔ اکثر گالی کو فُحش کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کے منہ سے عادۃً گالیاں نکلتی رہتی ہیں، انہیں خیال بھی نہیں ہوتا کہ میرے منہ سے گالی نکل رہی ہے۔ بعض لوگ گالی گفتاری کے ایسے عادی تو نہیں ہوتے، مگر وہ غصے میں گالیاں بک دیتے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ فَاحِش کہلاتے ہیں، دوسری قسم کے لوگ مُتَفَحِّش۔ اللہ پاک نے اپنے اس ستھرے، پاکیزہ، طیب و طاہر نبی کو ان دونوں عیبوں سے محفوظ رکھا تھا۔[3]

جب حضور نمازِ فجر پڑھ کر فارغ ہوتے تو خُدام پانی کے برتن لے کر حاضر ہوتے، آپ اپنا ہاتھ مبارک ان میں ڈبو دیتے[4] تاکہ انہیں شفا اور برکت حاصل ہو۔ آپ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ چلتے اور ان کی ضرورت پوری فرماتے۔[5] مدینے والوں کی لونڈیاں آپ کا ہاتھ پکڑتیں اور (اپنے کاموں کے لیے) جہاں چاہتیں لے جاتیں۔[6] آپ بیماروں کی عیادت فرماتے، جنازے کے پیچھے چلتے، غلاموں کی دعوت قبول فرماتے، دراز گوش پر سوار ہوتے اور اپنے پیچھے دوسروں کو بھی بٹھا لیتے۔ مبارک جوتیوں کو پیوند لگا لیتے، کپڑے خود سی لیتے اور اپنی بکری کا دودھ دوہ لیتے۔ جب کوئی ملنے آتا تو اس کو عزت دیتے، یہاں تک کہ بعض اوقات اپنی چادر مبارک بچھا دیتے۔ حاجت مندوں کی حاجت پوری فرماتے اور کسی منگتے کو جھڑکتے نہ خالی ہاتھ لوٹاتے۔ علم سیکھنے والوں پر شفقت فرماتے اور ان کی نفسیات کے مطابق کلام فرماتے۔ اُمّتیوں کی دلجوئی کے لیے کبھی کبھی خوش طبعی فرمایا کرتے، مگر وہ جھوٹ پر مشتمل نہ ہوتی۔[7]

الغرض تعلیم و تربیت، رُشد و ہدایت، جُود و سخاوت، زُہد و پاکیزگی یہاں تک کہ ہر کمال نے آپ سے ہی کمال حاصل کیا۔ اعلانِ نبوت سے پہلے کی زندگی ہو یا ہجرت کے بعد کی، فتح مکہ سے پہلے کی ہو یا اسلام کے عروج کا زمانہ، گھر سے باہر صحابہ کرام کے ساتھ شب و روز کے معمولات ہوں یا گھر میں پاک بیویوں اور اولاد کے ساتھ برتاؤ، ہر جگہ، ہر لمحہ، ہر فرد کے لیے آپ کی سیرت میں ہمارے لئے راہ نمائی ہی راہ نمائی ہے۔

اللہ پاک ہمیں بھی سیرتِ رسول پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری آنے والی نسلوں کو بھی اسی راستے پر چلائے۔ اٰمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

شادی کی ناجائز رسومات کے خاتمے میں خواتین کا کردار

اُمِّ اُسامہ (ذمہ دار: شعبہ شارٹ کورسز ٹاؤن مشاورت، نیو کراچی)

ہمارے ہاں مختلف تقریبات ہوتی ہیں۔ خوشی کے موقع پر بھی غم کے موقع پر بھی۔ خوشی کی تقریب پہلے بڑی مختصر، جامع، پُر وقار اور مہذّب ہوتی تھی۔ نکاح کا مطلب ہے دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کرنا۔ مختصر لوگوں کے

درمیان نکاح اور ولیمہ ہو جاتا تھا۔ لیکن جب مسلمانوں نے غیر مسلموں کو مہندی کی رسم کرتے دیکھا تو اس رسم پر مسلمانوں کی اتنی زیادہ توجہ بڑھ گئی کہ باقاعدہ مسلمانوں کی شادی کا ایک لازمی حصہ بن گئی جس پر کافی سرمایہ خرچ کیا جاتا ہے۔ ہم گناہ کو گناہ سمجھ ہی نہیں رہیں بلکہ فخر محسوس کرتی ہیں۔ شادی کے موقع پر عورتوں کا مہندی لگانا جائز ہے، مگر اجنبی مردوں اور عورتوں کے جمع ہونے، ڈھول بجانے، ناچنے گانے، شور شرابہ کرکے پڑوسیوں کو تنگ کرنے کی شریعت ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ پہلے بات طے کرکے نکاح کر دیا جاتا تھا، اگر شادی میں وقت ہوتا تو نسبت طے کی جاتی تھی۔ یہ ایک اچھا، خوبصورت اور صاف ستھرا انداز تھا مگر اب شادی باقاعدہ مختلف رسموں کا مجموعہ بن چکی ہے اور ہم دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنی روایات بھول بیٹھی ہیں۔

منگنی سے لے کر ولیمے کے بعد تک یہ سلسلہ فضولیات اور بڑھتی مہنگائی میں خود کو پریشان کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ شادی کے لئے مہنگے سے مہنگے ہال اور بہترین کھانوں کا انتظام سنگین صورتحال اختیار کر گیا ہے۔ ہر فنکشن میں مرد و عورت کا میل جول لازمی ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ خواتین جو مذہبی تقریبات میں آگے آگے دکھائی دیتی ہیں وہ بھی ان غیر شرعی رسومات کو دیکھ کر خاموش رہتی ہیں اور روکتی نہیں، جس کے سبب اس طرح کی تقریبات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور یہ معاملات ہماری نسلوں میں سرائیت کرتے جا رہے ہیں، بلکہ لوگ قرضے لے کر ان رسموں کو نبھا رہے ہیں، یوں ایک بہت بڑا قیمتی سرمایہ فضولیات کی نذر ہو رہا ہے۔

یاد رکھئے! مسلمان ان شیطانی کاموں کے لیے نہیں پیدا ہوا۔ شادی سنت ہے، لہٰذا اس کی ادائیگی سنت طریقے کے مطابق ہی کی جانی چاہئے تاکہ معاشرے کو بہت بڑے بگاڑ سے بچایا جا سکے۔ لیکن افسوس! آجکل کی شادیاں معاشرے میں بہت سے فتنے جگا رہی ہیں۔ ذرا سوچئے! ہماری بچیوں میں شادیوں میں خوب بن ٹھن کر، بال کھول کر اور چست و باریک لباس پہن کر جانے کا شوق کہاں سے پیدا ہوا؟ یقیناً گھر کی خواتین کو دیکھ کر ہی ان کے اندر یہ شوق ابھرا ہو گا! بلکہ آج تو شادیوں کا سارا انتظام ہی بچوں بچیوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور شادی کے تمام فنکشنز کی تیاری انہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ شادی میں آنے والی کئی خواتین بیوٹی پارلرز سے تیار ہو کر آتی ہیں، ظاہر ہے کہ اتنے پیسے خرچ کرنے کے بعد شادیوں میں باپردہ آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا!

شادی کی ان ناجائز رسومات کو ختم کرنے میں خواتین بہت بڑا کردار ادا کر کے ان فضول رسموں کا خاتمہ کر سکتی ہیں۔ کیونکہ ہم سبھی اس سوسائٹی کا حصہ ہیں، لہٰذا ہمیں اپنی تقریبات پر توجہ دینی ہوگی اور انہیں غیر شرعی و ناجائز رسومات سے پاک کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنا ہو گا۔ اس طرح کہ اگر ہماری خواتین خود بھی دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ ہوں اور اپنی اولاد کو بھی دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ رکھیں تو معاشرے سے بہت سی ناجائز رسومات ختم کی جا سکتی ہیں۔ اللہ پاک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین

---

(1) بہجۃ الاسرار، ص228 (2) ترمذی، 3/409، حدیث:2023 (3) مراۃ المناجیح، 8/77 (4) مسلم، ص977، حدیث:6042 (5) سیرتِ رسولِ عربی، ص341 (6) بخاری، 4/119، حدیث:6072 (7) کتبِ سیرت سے ماخوذ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے سلسلے نئے لکھاری کے تحت ہونے والے 46 ویں تحریری مقابلے کے مضامین شامل ہیں۔ چنانچہ اس ماہ کل مضامین 152 تھے، جن کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
10 صفاتِ مومنہ	26	نوکر اور ملازم کے 5 حقوق	67	جھوٹی گواہی	59

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: سیالکوٹ: بنت نظیر احمد۔ پاکپورہ: بنت محمد معراج، بنت سید ابرار حسین، بنت محمد نصیر، بنت میاں محمد یوسف قمر، بنت شمشاد علی۔ پسرور بن باجوہ: بنت یوسف مغل۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت ظفر اسلام۔ تلواڑہ مغلاں: بنت ظفر اقبال، بنت محمد انور، بنت ادریس بیگ، بنت ریاض، بنت محمد آصف، بنت محمد یاسین۔ شفیع کا بھٹہ: بنت طاہر، بنت بشیر، بنت افتخار احمد، بنت امجد، بنت خالد (اولی)، بنت سعید، بنت سلیمان، بنت صغیر احمد، بنت عارف مغل، بنت کاشف، بنت محمد اصغر مغل، بنت محمد جان، بنت محمد عرفان، بنت وسیم، بنت شمس پرویز، بنت خالد (ثانیہ)، بنت اشفاق، بنت اعجاز، بنت اویس، ہمشیرہ رمیض، بنت بشیر، بنت تنویر، بنت جعفر حسین، بنت جہانگیر، بنت خالد محمود، بنت خالد، بنت خوشی (اولی)، بنت خوشی (ثانیہ)، بنت رحمت، بنت رزاق، بنت سلیم (اولی)، بنت سلیمان، بنت سہیل احمد، بنت شفیق، بنت صغیر احمد، بنت صفدر، بنت طارق، بنت عارف مغل، بنت عبدالقادر، بنت عثمان، بنت فضل الٰہی، بنت محمد احسن، بنت محمد یوسف، بنت محمود حسین، بنت سلیم (ثانیہ)، بنت سید حسنین شاہ، بنت عثمان۔ گلبہار: ام فانی مدنیہ، ام زہرہ، ام ہلال مدنیہ، بنت سجاد حسین، بنت شبیر احمد، بنت غلام حیدر، بنت غلام غوث، بنت منور حسین مدنیہ، اخت سلطان، اخت شعبان، اخت ابو بکر، اخت محمد علی، اخت ملک عمر، بنت ندیم، ام میلاد، بنت ارشد علی، بنت آصف، بنت افتخار حسین، بنت امجد علی، بنت امیر حیدر، بنت بشیر، بنت حفیظ اللہ، بنت ذوالفقار، بنت رحمت علی، بنت رشید احمد مدنیہ، بنت رضوان، بنت رمضان، بنت سعید احمد، بنت شاہد، بنت شبیر احمد، بنت شمس، بنت شہباز، بنت شہزاد علی، بنت طارق فاروق، بنت طارق محمود، بنت ظہور الٰہی، بنت فیاض احمد، بنت لیاقت علی، بنت محمد اشرف، بنت محمد الیاس، بنت محمد رشید (خامسہ)، بنت محمد شہباز، بنت محمد مالک، بنت محمد منیر، بنت محمود، بنت ندیم۔ مظفرپورہ: بنت محمد شہباز، بنت شہباز، ام الخیر، بنت اظہر اقبال، بنت خلیل احمد، بنت عبدالقیوم، بنت غلام میراں، بنت نذیر احمد، بنت یوسف، بنت کرم دین۔ معراج کے: بنت یونس۔ بہاولپور: یزمان: بنت حمید۔ بورے والا: بنت عبدالرحمن مدنیہ۔ خانیوال: جہانیاں: بنت ابو بکر۔ چنیوٹ: بنت اقدس علی۔ حیدر آباد: بنت محمد جاوید۔ راولپنڈی: گوجر خان: بنت واجد حسین۔ صدر: بنت شفیق۔ رحیم یار خان: رحمت کالونی: بنت رمضان۔ بنتِ نزاکت علی۔ فیصل آباد: منصور آباد: بنت ارشد محمود۔ کراچی: بنت صابر۔ بوھراپیر: بنت فاروق۔ دھوراجی: بنت شہزاد احمد۔ نارتھ کراچی: بنت سید سردار علی، بنت عبدالرشید، بنت یوسف۔ لاہور: بنت نذیر۔

10 صفاتِ مومنہ (بنتِ نزاکت علی، سرائے عالمگیر، ضلع گجرات)

مومن کا معنٰی ہے: ایمان لانے والا۔ دینِ اسلام بہت پیارا دین ہے۔ جس طرح یہ زندگی کے باقی پہلوؤں کی طرف راہ نمائی فرماتا ہے، اسی طرح بحیثیتِ مسلمان ایک عورت کو کس طرح ہونا چاہیے اور اس کے اندر کیسی صفات ہونی چاہئیں، اس بارے میں بھی مکمل راہ نمائی فراہم کرتا ہے۔

اسلام سے پہلے عورتوں کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا جاتا تھا، ان کی کوئی عزت نہ تھی، انہیں بیچ دیا جاتا اور بیٹیوں کو زندہ دفنا دیا جاتا۔ چنانچہ اسلام نے عورت کو ماں، بہن، بیٹی کا درجہ دیا۔ قرآنِ کریم میں مومنہ عورتوں کی بہت سی صفات بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے 10 صفات پیشِ خدمت ہیں:

(1) ایمان رکھنے والیاں: پارہ 22 سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 35 میں ارشاد ہوتا ہے: وَالْمُؤْمِنٰتِ (پ22، الاحزاب:35) ترجمہ: اور ایمان والیاں۔ یعنی وہ عورتیں جنہوں نے اللہ پاک کی وحدانیت اور حضور کی رسالت کی تصدیق کی اور تمام ضروریاتِ دین کو مانا تو ایسی عورتوں کے لئے اللہ پاک نے ان کے اعمال کی جزا کے طور پر بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔[1]

(2) نیچی نگاہ رکھنے والیاں: وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ۪ (پ18، النور:31) ترجمہ: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔ یعنی مسلمان عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور غیر مردوں کو نہ دیکھیں۔[2] مسلمان عورتیں اپنے دوپٹوں کے ذریعے اپنے بالوں، گردن، پہنے ہوئے زیور اور سینے وغیرہ کو ڈھانپ کر رکھیں۔[3]

(3) ذکرِ الٰہی کرنے والیاں: پارہ 22 سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 35 میں ہے: وَالذّٰکِرٰتِ ترجمہ: اور(اللہ کو) بہت یاد کرنے والیاں۔ یعنی وہ عورتیں جو اپنے دل اور زبان کے ساتھ کثرت سے اللہ پاک کا ذکر کرتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ بندہ کثرت سے ذکر کرنے والوں میں اس وقت شمار ہوتا ہے جب کہ وہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں اللہ پاک کا ذکر کرے۔[4]

(4) ادب والیاں: پارہ 5 سورۃ النسآء کی آیت نمبر 34 میں ہے: فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ترجمہ کنز الایمان: تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا۔ اس آیتِ مبارکہ میں نیک اور پارسا عورتوں کے اوصاف بیان فرمائے جارہے ہیں کہ جب ان کے شوہر موجود ہوں تو ان کی اطاعت کرتی اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں مصروف رہتی اور شوہر کی نافرمانی سے بچتی ہیں اور جب موجود نہ ہوں تو اللہ پاک کے فضل سے ان کے مال اور عزت کی حفاظت کرتی ہیں۔[5]

(5) نماز میں خشوع و خضوع والیاں: وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۘ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (پ18، المؤمنون: 9 تا 11) ترجمہ کنز الایمان: اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یعنی وہ ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں، ان کے وقتوں کی رعایت کرتے ہیں، ان کے ارکان، رکوع و سجود اور تمام شرائط کی تکمیل کرتے ہیں، نیز فرائض و واجبات اور سُنَن و نوافل کی نگہبانی رکھتے ہیں[6]۔[7]

(6) نیک اعمال کرنے والیاں: وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا (پ5، النسآء: 124) ترجمہ کنز الایمان: اور جو کچھ بھلے کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور انہیں تل بھر نقصان نہ دیا جائے گا۔ یعنی جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان بھی ہو تو یہی باعمل مسلمان لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور یہ اپنے عمل کی جس جزا کے حق دار ہیں اس میں سے تل کے برابر بھی کم کر کے ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔[8]

(7) پردے دار عورتیں: وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ (پ18، النور: 31) ترجمہ: اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی مِلک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں۔ یعنی عورت کا تمام بدن عورت یعنی چھپانے کی چیز ہے۔ شوہر اور مَحرم کے سوا کسی اور کے لئے اس کے کسی حصے کو بے ضرورت دیکھنا جائز نہیں اور علاج وغیرہ کی حاجت ہو تو بقدرِ ضرورت جائز ہے۔[9]

(8) روزے رکھنے والیاں: پارہ 22 سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 35 میں ہے: وَالصّٰٓىٕمٰتِ ترجمہ: اور روزے رکھنے والیاں۔ (یعنی) وہ عورتیں جنہوں نے فرض روزے رکھے اور نفلی روزے بھی رکھے۔ منقول ہے کہ جس نے ہر ہفتے ایک درہم صدقہ کیا وہ خیرات کرنے والوں میں اور جس نے ہر مہینے اَیّامِ بِیض (یعنی قمری مہینے کی 13، 14، 15 تاریخ) کے تین روزے رکھے وہ روزے رکھنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے۔[10]

(9) پاکیزہ عورتیں: وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ (پ18، النور: 26) ترجمہ کنز العرفان: اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کیلئے ہیں۔ اس آیت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کمالِ فضل و شرف ثابت ہوا کہ وہ طَیِّبہ اور پاک پیدا کی گئیں، قرآنِ کریم میں اُن کی پاکی کا بیان فرمایا گیا اور انہیں مغفرت و رزقِ کریم کا وعدہ دیا گیا۔[11]

(10) صبر والیاں: قرآنِ کریم میں عورتوں کے صبر اور تقویٰ

کی بات کی گئی ہے۔ عورتوں کا صبر اور تقویٰ ان کے اخلاق اور روحانیت کے لئے بہت اہم ہیں۔ یہ ان کی معاشرتی زندگی، خاندانی تعلیمات اور دینی زندگی کو مضبوط کرتے ہیں۔ صبر اور تقویٰ عورتوں کو مشکلات کا سامنا کرتے وقت مدد فراہم کرتے ہیں اور ان کی شخصیت کو نکھارتے ہیں۔ چنانچہ پارہ 3 سورۂ اٰلِ عمرٰن کی آیت نمبر 42 میں اللہ پاک فرماتا ہے:

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىٕكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ۝ ترجمہ کنز العرفان: اور (یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا، اے مریم، بیشک اللہ نے تمہیں چن لیا ہے اور تمہیں خوب پاکیزہ کر دیا ہے اور تمہیں سارے جہان کی عورتوں پر منتخب کر لیا ہے۔

یہ آیت حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے صبر اور تقویٰ کو واضح کرتی ہے۔ جو عورتیں اسلام، ایمان اور طاعت میں، قول اور فعل کے سچا ہونے میں، صبر، عاجزی و انکساری اور صدقہ و خیرات کرنے میں، روزہ رکھنے اور اپنی عفت و پارسائی کی حفاظت کرنے میں اور کثرت کے ساتھ اللہ پاک کا ذکر کرنے میں مردوں کے ساتھ ہیں، تو ایسے مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ پاک نے ان کے اعمال کی جزا کے طور پر بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔[12] اللہ پاک ہمیں بھی یہ اوصاف اپنانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ اٰمین یارب العٰلمین

نوکر اور ملازم کے 5 حقوق

بنتِ امیر حیدر

(درجہ خامسہ، جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار، سیالکوٹ)

اللہ پاک نے تمام انسانوں کو دنیاوی لحاظ سے برابری نہیں دی۔ کوئی بڑے منصب پر ہوتا ہے اور کوئی ماتحت ہوتا ہے۔ ہمارا پیارا دینِ اسلام جہاں اپنے ماننے والوں کو بڑوں کے ادب وغیرہ کا حکم دیتا ہے وہیں ہمیں اپنے ماتحتوں کے حقوق کی ادئیگی کا بھی حکم دیتا ہے۔

شفقت کی جائے: اپنے خادمین کے ساتھ محبت و شفقت بھرا انداز اپنایا جائے، ان کے ساتھ رحم و کرم والا سلوک کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمانوں والا تم پر رحم کرے گا۔[13]

طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے: نوکر و ملازم سے اتنا ہی کام لیا جائے جس کی وہ طاقت رکھتا ہو۔ کام پہلے ہی طے کر لیا جائے کہ کیا اور کتنا کام ہے۔ یوں نہ ہو کہ بعد میں اس سے ایسا یا اتنا کام لیا جائے کہ اس کی صحت پر بُرا اثر پڑے۔

اس پر مال خرچ کیا جائے: اس کی ضروریات وغیرہ پر اپنا مال خرچ کیا جائے اللہ پاک مزید دے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: غلام کے لیے اس کا کھانا کپڑا ہے۔[14]

اُجرت وقت پر ادا کرنا: ارشاد فرمایا: اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: میں قیامت کے دن تین افراد کا مقابل ہوں گا (یعنی سخت سزا دوں گا): ان میں سے ایک وہ ہے جو مزدور سے پورا کام لے اور اس کی مزدوری نہ دے۔[15]

معاف کرنا: اپنا یہ ذہن بنائیے کہ جیسے مجھ سے خطائیں ہوتی ہیں اسی طرح انسان ہونے کے ناطے ماتحتوں سے بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ ایک شخص نے نبیِّ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے عرض کی: خادم کو کتنی بار مُعافی دینی چاہئے؟ آپ خاموش رہے۔ اس نے دوبارہ پوچھا، آپ خاموش رہے۔ مگر تیسری بار پوچھنے پر ارشاد فرمایا: ہر روز 70 بار معاف کرو۔[16]

اللہ پاک ہمیں اپنے اور بندوں کے حقوق اچھے طریقے سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز جو خطائیں ہو چکی ہیں انہیں معاف فرمائے۔ اٰمین بجاہِ خاتمِ النّبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) تفسیر صراط الجنان، 8/ 32، 31 ملتقطاً (2) تفسیر صراط الجنان، 6/ 620 (3) تفسیر خازن، 3/ 348 (4) تفسیر صراط الجنان، 8/ 32 (5) تفسیر صراط الجنان، 2/ 196 (6) تفسیر خازن، 3/ 321 (7) تفسیر نسفی، ص752 (8) تفسیر صراط الجنان، 2/ 315 (9) تفسیرات احمدیہ، ص562 (10) تفسیر صراط الجنان، 8/ 31 (11) تفسیر صراط الجنان، 6/ 611 (12) تفسیر صراط الجنان، 8/ 32 ملتقطاً (13) ترمذی، 3/ 371، حدیث: 1931 (14) مسلم، ص701، حدیث: 4316 (15) بخاری، 2/ 52، حدیث: 2227 (16) ابوداود، 4/ 439، حدیث: 5164

اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت اسلامی بہنوں کے اکتوبر 2023 کے دینی کاموں کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے:

دینی کام		اوورسیز کارکردگی	پاکستان کارکردگی	ٹوٹل
انفرادی کوشش کے ذریعے دینی ماحول سے منسلک ہونے والی اسلامی بہنیں		293854	1012382	1306236
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		31009	90927	121936
مدرستہ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	4549	7965	12514
	پڑھنے والیاں	33801	84676	118477
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع	تعداد اجتماعات	4571	10497	15068
	شرکائے اجتماع	139428	370159	509587
ہفتہ وار مدنی مذاکرہ سننے والیاں		33473	119412	152885
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		10514	29440	39954
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		124619	651429	776048
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		38408	88466	126874
مدنی کورسز	تعداد مدنی کورسز	99	630	729
	شرکائے مدنی کورسز	2111	7411	9522

تحریری مقابلہ "ماہنامہ خواتین" کے عنوانات (برائے جنوری 2024)

ذیل کے عناوین میں سے تیسرا عنوان ماہنامہ فیضان مدینہ کے تحریری مقابلہ نمبر 49 کا ہے۔

1. حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کیسے گزارتے تھے؟
2. بغض ونفرت
3. میزبان کے 5 حقوق

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ: 20 جنوری 2024ء

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

مدرسۃ المدینہ بالغات

عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی جہاں اسلامی بھائیوں میں عشقِ رسول، محبتِ صحابہ و اہلِ بیت و اولیائے کرام اور ان کی سیرتِ مبارکہ پر عمل کی ترغیب دلانے کے لئے تقریباً 80 شعبہ جات میں نیکی کی دعوت عام کر رہی ہے۔ وہیں خواتین کے 38 شعبوں میں بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ انہی میں سے ایک شعبہ "مدرسۃ المدینہ بالغات" بھی ہے جس کے تحت خواتین کے مدرسۃ المدینہ بالغات لگائے جاتے ہیں جن کا دورانیہ ساٹھ (60) منٹس ہوتا ہے نیز آن لائن بھی تجوید کے ساتھ قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان مدارس میں قرآنِ کریم سکھانے کے ساتھ ساتھ نماز، غسل اور وضو کے ضروری احکام، سنتیں اور آداب سکھائے جاتے ہیں نیز 63 نیک اعمال کے ذریعے جائزہ کرنا اور کروانا بھی اس میں شامل ہے۔

الحمدللہ! مدرسۃ المدینہ بالغات، اسکولز، کالجز اور اکیڈمیز وغیرہ میں بھی لگائے جاتے ہیں جن میں پروفیشنل طبقے سے تعلق رکھنے والی خواتین کو بذریعہ آن لائن اسکائپ (Skype) و زوم (Zoom) علمِ دین اور تعلیمِ قرآن سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح گھروں میں پردے کی رعایت کے ساتھ گھر مدرسۃ المدینہ بالغات کی ترغیب بھی دلائی جاتی ہے جس کا دورانیہ پینتیس (35) منٹس ہوتا ہے، اس میں شرکت کر کے اہلِ خانہ محرم تجوید کے ساتھ قرآن کی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، کراچی

UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650 / 1144

Email: mahnamakhawateen@dawateislami.net / ilmia@dawateislami.net

Web: www.dawateislami.net WhatsApp: 0348-6422931